رِجَالٌ صَدَقُوْا الآیۃ

اصحابِ رسولؐ کی یادیں

مؤلف

حضرت مولانا محمد عبدالرحمٰن صاحب مظاہری

اُستاذ حدیث و تفسیر، بانی مجلسِ علمیہ حیدرآباد، انڈیا

خلیفہ مجاز محی السنۃ الشاہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحبؒ

ناشر

ربانی بُک ڈپو کٹرہ شیخ چاند لال کنواں دہلی

رِجَالٌ صَدَقُوا الآیۃ

عزیزم عظمت اللہ سلمہ

عبد الرحمن غفرلہ

۱۹ فروری ۲۰۰۶ء

اصحابِ رسول کی یادیں

مؤلف

حضرت مولانا محمد عبد الرحمٰن صاحب مظاہری

استاذ حدیث و تفسیر، بانی مجلسِ علمیہ حیدر آباد، انڈیا

خلیفہ مجاز محی السنۃ الشاہ حضرت مولانا ابرار الحق صاحبؒ

ناشر

ربانی بُک ڈپو کٹرہ شیخ چاند لال کنواں دہلی

نام کتاب :۔ اصحاب رسولؐ کی یادیں

مؤلف :۔ حضرت مولانا محمد عبدالرحمٰن صاحب مظاہری

مصحح :۔ حضرت مولانا عبدالجبار صاحب بیگاوالا (بجنور)

کتابت :۔ محمد رفیع الرحمٰن بن محبوب الرحمٰن قاسمی بجنوری

سن اشاعت :۔ جنوری ۲۰۰۸ء

تعداد :۔ ایک ہزار ایک سو

اہتمام :۔ (حافظ) فیض الرحمٰن ربانی

معاون :۔ عبدالدیان ربانی

قیمت :۔

ناشر

ربانی بک ڈپو کٹرہ شیخ چاند لال کنواں دہلی

ابوالحسن علي الحسني الندوي

مولانا محمد عبدالرحمن صاحب مولف کتاب ہٰذا کا خصوصی عربی تعارف جو ایک مرتبہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ سے مکۃ المکرمہ میں حاصل کیا گیا تھا۔ ترجمہ درج ذیل ہے۔

بعد حمد و صلوٰۃ :۔

حضرت مولانا عبدالرحمن بن احمد شریف صاحب حیدرآبادی سے میں بخوبی واقف ہوں، مولانا علوم دینی و اسلامی کے فاضل ہیں، جنوبی ہند کے دینی و علمی حلقوں میں آپ کی بیش بہا خدمات رہی ہیں، مولانا نے ہندوستان کے مختلف علمی اداروں سے استفادہ کیا ہے آخر میں مدرسہ مظاہر علوم ضلع سہارنپور (یوپی) سے علوم دینیہ کی تکمیل کی اور اصول دین و علم شریعت میں اعلیٰ سندیں حاصل کیں، تحصیل علم کے بعد جامعہ نظامیہ حیدرآباد میں تقریباً پندرہ سال درس و تدریس کے خدمات انجام دی ہیں۔ اسکے علاوہ مولانا موصوف نے عامۃ المسلمین کی تعلیم و تربیت کی جانب بھی خصوصی توجہ دی، اس سلسلے میں اہل علم حضرات کیلئے "مجلس علمیہ" کی تأسیس رکھی جسکا دینی و علمی حلقوں میں اثر رہا ہے۔

چونکہ مولانا توحید و سنت کے داعی و علمبردار تھے اپنے شہر میں اہل بدعت کی مخالفتوں سے دوچار ہوگئے، اسی سال موصوف نے فریضۂ حج ادا کیا اور انکی خواہش ہے کہ کچھ عرصہ انہی مقامات مقدسہ میں رہ کر علمی و دینی خدمت انجام دیں چنانچہ انہیں اس مقصد کے حصول کیلئے تعاون کی ضرورت ہے، مجھے اس بات سے خوشی ہوگی کہ مولانا کے مقصد کی تکمیل ہو، اس بارے میں جو بھی ان کے ساتھ معاونت کریں میں ان کا شکرگذار رہونگا،

والسلام

کتبہٗ الفقیر الی اللہ

ابوالحسن علی الحسنی الندوی

مکۃ المکرمہ

۲/صفر ۱۳۹۸ھ

فہرست عناوین

دیباچہ

اُصحابِ رسولؐ قرآن حکیم کے آئینہ میں

(۱) وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۔ الخ الآیۃ (سورۂ توبہ آیت ۱۰۰)

ترجمہ:- اور جو مہاجرین و انصار (ایمان لانے میں) سابق و مقدم ہیں اور (بقیہ اُمت میں) جتنے لوگ اخلاص کیساتھ (ایمان لانے میں) ان دونوں طبقوں کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے اور اللہ نے اُنکے لئے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جنکے نیچے نہریں جاری ہیں جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہینگے، یہ عظیم کامیابی ہے۔

مذکورہ آیت میں اصحابِ رسولؐ کے تین طبقات بیان کئے گئے ہیں مہاجرین انصار، ان دونوں کی پیروی کرنیوالے (تابعین کرام)۔

مہاجرین وہ اصحاب رسولؐ ہیں جو مکۃ المکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے۔

انصار مدینہ منورہ کے وہ اصحاب مراد ہیں جنہوں نے مکۃ المکرمہ سے آنے والے مسلمانوں کی مدد کی اور انھیں بھرپور ٹھکانہ دیا۔

پیروی کرنیوالے وہ مسلمان ہیں جنہوں نے مہاجرین و انصار کی تقلید کی اور انکے نقش قدم پر چلے۔

اللہ تعالیٰ نے ان تینوں طبقے کے مسلمانوں کو واضح طور پر اپنی سندِ خوشنودی عطا کی اور انھیں جنت کی بشارت دی اور انکی اِس سعادت کو "اَلْفَوْزُ الْعَظِیْمُ" باعظمت کامیابی قرار دیا ہے۔

(۲) مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ الخ۔ الآیۃ (سورۂ فتح آیت ۲۹)

ترجمہ:- محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ اُنکے ساتھ ہیں وہ کافروں (دشمنوں) کے مقابلہ میں بھاری ہیں اور خود آپسمیں نہایت مہربان نرم خو ہیں۔ تم انکو رکوع سجدہ (نماز) کی حالت میں دیکھو گے وہ اللہ کے فضل وکرم اور اسکی خوشنودی کو طلب کرتے ہونگے۔ انکے یہ آثار (رکوع سجود کی حالت) انکے چہروں سے عیاں ہوتی ہے۔ اُنکی یہی علامات کتاب تورات اور کتاب انجیل (سابقہ آسمانی کتابوں) میں موجود ہے۔

تمام مفسّرین نے وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ کے معنیٰ عام بیان کیۓ ہیں یعنی مہاجرین وانصار کی پوری جماعت مُراد ہے جنھیں اصحاب رسول کہا جاتا ہے۔ ان حضرات کی تعداد ایک لاکھ سے اُوپر بیان کی جاتی ہے۔ حجۃ الوداع میں ان کی تعداد ڈیڑھ لاکھ تک بیان کی گئی ہے۔ اللہ اُکبر

ایک دفعہ امام مالکؒ کی مجلس میں چند لوگوں نے ایک شخص کا ذکر کیا جو بعض اصحابِ رسول کو بُرا بھلا کہا کرتا تھا۔ امام مالکؒ نے مذکورہ بالا آیت کی تلاوت کی اور فرمایا: لِیَغِیْظَ بِھِمُ الْکُفَّارَ سے مُراد منافق لوگ ہیں یعنی جس شخص کے دل میں اصحابِ رسول سے بغض وعناد ہو وہ اس آیت کی زد میں آجاتا ہے وہ کافروں جیسے دل والا ہے۔ نیز امام ابن کثیرؒ اسی آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں۔

"جو لوگ اصحابِ رسول سے یا اُن میں سے بعض کے ساتھ بغض وعناد

رکھتے ہیں اور اُن کو بُرا بھلا کہتے ہیں ان کو ایمان بالقرآن سے کوئی واسطہ نہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان اصحاب سے راضی اور خوش ہونے کا اعلان فرمادیا ہو۔"

علامہ ابن عبدالبرؒ نے بھی اپنی کتاب مقدمہ استیعاب میں اسی آیت کے ضمن میں لکھا ہے۔

"اللہ جن حضرات سے راضی ہوگیا پھر اُن سے کبھی ناراض نہ ہوگا۔"

یہ کیسی احمقانہ بات ہے کہ نبی کریم کی زندگی میں تو اصحابِ رسولؐ اللہ کے محبوب و پسندیدہ بندے تھے وفاتِ نبویؐ کے بعد اللہ ان حضرات سے ناراض ہوگیا۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔

(۳) لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ۔ الخ (سورۃ الفتح آیت ۱۸و۱۹)

ترجمہ:- اللہ ان مومنین (اصحابِ رسول) سے خوش ہوا جبکہ وہ آپؐ سے درخت کے نیچے (جہاد پر ثابت قدم رہنے کی) بیعت کر رہے تھے پھر اُن کے قلوب میں جو کچھ (بھی اخلاص تھا) اللہ کو وہ بھی معلوم تھا سُو اللہ نے ان کے قلوب میں اطمینان اور مضبوطی پیدا کردی، اسکے علاوہ ان کو ایک عظیم فتح کی خوشخبری دی (مُراد شہر خیبر اور اسکے مال ومتاع ملنے کی بشارت)۔

یہ بیعت جس کا آیتِ مذکورہ میں ذکر ہے اس کو "بیعتِ رضوان" کہا جاتا ہے جو سنہ ۶ھ مقام حُدیبیہ میں پیش آئی تھی۔ اس بیعت میں چودہ سو[۱۴۰۰] اصحابِ رسولؐ شریک تھے۔ ایسے بے قوت اور اسباب سے خالی حالت میں اللہ کے دین کیلئے مرنے مارنے کیلئے تیار ہوجانا اس بات کی کھلی علامت ہے کہ یہ اصحاب اپنے ایمان میں صادق ومخلص اور اپنے رسول کی وفاداری میں درجۂ کمال پر فائز تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ پر ارشاد فرمایا:

أَنْتُمْ خَيْرُ أَهْلِ الْأَرْضِ (الحدیث) "تم لوگ روئے زمین کے تمام انسانوں سے بہتر ہو"۔ اور یہ بھی ارشاد فرمایا: "اُن میں کوئی بھی جہنّم میں داخل نہ ہوگا۔ (الحدیث)

(۴) وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ ۔ الخ۔ الآیۃ
(سورۃ الحجرات آیت ۷)

ترجمہ:۔ پر اللہ نے محبت ڈالدی تمہارے دلوں میں ایمان کی اور اس کو پسندیدہ کردیا تمہارے قلوب میں اور نفرت ڈالدی تمہارے قلوب میں کفر اور گناہوں کی اور نافرمانیوں کی، یہی لوگ ہدایت یافتہ (صراط مستقیم) پر ہیں۔ یہ ان پر اللہ کا فضل و احسان ہے اور اللہ باخبر حکمت والا ہے۔

ایسی واضح ہدایت کے بعد اصحابِ رسولؐ کی دیانت و امانت و صداقت میں کیا شُبہ کیا جا سکتا ہے۔ وہ کیسے بے نصیب لوگ ہیں جنھوں نے قرآن حکیم کی اِن واضح آیات سے آنکھیں بند کرلیں اور اصحابِ رسولؐ کے ان ہدایت یافتہ، نجات یافتہ افراد کو منافق کہدیا۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۔

اصحابِ رسولؐ کے اس قرآنی تعارف کے بعد کسی اور وضاحت کی ضرورت نہ رہی تاہم احادیثِ نبویؐ سے بھی کچھ حصّہ نقل کیا جاتا ہے۔ جو قرآن ہی کی تشریحی حیثیت رکھتا ہے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْق

اصحابِ رسولؐ احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں

قرآن حکیم کے بعد احادیثِ رسولؐ میں اصحابِ رسولؐ کا تذکرہ بھی اتنی کثرت سے ملتا ہے جس کے احاطہ کیلئے مستقل کتاب کی ضرورت ہے۔

اہلِ علم نے یہ خدمت بھی انجام دی ہے۔ زیرِ نظر کتاب میں اُن سب احادیث کا احاطہ نہیں کیا گیا بلکہ وہ احادیث جمع کی گئیں ہیں جنکی صحت و سند میں سارے محدّثین کا اتفاق ہے۔ کتاب بُخاری شریف میں یہ حدیث موجود ہے:

خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ۔ (الحدیث)

ترجمہ:۔ تمام زمانوں میں میرا زمانہ بہتر ہے اس کے بعد اُس زمانے کے لوگ بہتر ہیں جو اس کے متصل ہے پھر وہ لوگ جو ان سے متصل ہیں۔

قرنی سے مُراد نبی کا زمانہ خود اصحابِ نبیؐ کا زمانہ بھی ہے جس کو آپؐ نے بہترین زمانہ قرار دیا۔ اس زمانے کے لوگ صحابہ کرامؓ ہی ہیں۔ اس لحاظ سے اصحابِ رسولؐ کا زمانہ بھی سارے زمانوں سے بہتر و اعلیٰ ہوا۔

آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: "میرے اصحاب کو بُرا نہ کہو وہ ایسے لوگ ہیں اگر تم میں سے کوئی بھی اُحد پہاڑ کے برابر سونا راہِ خدا میں خرچ کردے تو وہ اِن اصحاب کے ایک مُدّ (نصف کلو) کے برابر نہ ہوسکے گا۔" (الحدیث)

آپؐ کا یہ ارشاد بھی نقل کیا گیا:

اللہ نے میرے اصحاب کو سارے جہاں میں سے پسند کیا ہے پھر اُن میں چار اصحاب کو خصوصی طور پر پسند کیا۔ ابُوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، (رواہ البزار بسند صحیح)

اور یہ حدیث بھی تو مشہور و معروف ہے:

اَللّٰهَ اَللّٰهَ فِيْ أَصْحَابِيْ لَا تَتَّخِذُوْا هُمْ غَرَضًا مِنْ بَعْدِيْ۔ الحدیث (جمع الفوائد)

ترجمہ:۔ میرے اصحاب کے بارے میں اللہ سے ڈرو اللہ سے ڈرو، میرے بعد انکو نشانۂ ملامت نہ بناؤ، جو شخص اُن سے محبت کیا تو میری محبت کے ساتھ اُن سے محبت کی اور جس نے اُن سے

بُغض رکھا تو میرے بُغض کیساتھ اُن سے بغض رکھا اور جس نے اُنکو ایذا دی اُس نے مجھکو ایذا دی اور جس نے مجھکو ایذا دی اُس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی قریب ہے کہ اللہ اُس کو عذاب میں پکڑ لے۔

سیّدنا عمر بن الخطابؓ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ایک اور ارشاد نقل کیا ہے۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا: میں نے اپنے رب سے اپنے بعد ہونے والے اختلافات کے بارے میں دریافت کیا، اللہ تبارک وتعالیٰ نے میرے پاس وحی بھیجی۔

اے محمدؐ آپ کے اصحاب میرے نزدیک آسمان کے ستاروں کے مانند ہیں، ہر ستارے میں نور ہے لیکن بعض ستارے دوسرے ستاروں سے زیادہ روشن ہیں۔

پھر آپؐ نے ارشاد فرمایا: جب صحابہؓ کسی بات میں مختلف ہوجائیں تو آدمی اُن میں سے کسی بھی صحابی کی رائے پر عمل کرے گا وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے۔ (رزین جمع الفوائد ج ۲ ص۲۰)

اس جیسی ایک اور روایت حضرت عرباض بن ساریہؓ بیان کرتے ہیں ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہونے کے بعد ہم لوگوں کی جانب متوجہ ہوئے پھر ایسا پُراثر وعظ بیان فرمایا کہ ہم سب کی آنکھوں سے جاری ہوگئے اور دل کانپنے لگے۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ کا یہ وعظ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسا کہ کوئی طویل سفر پر جاتے وقت اپنے گھروالوں سے بطور آخری کلام کیا کرتا ہے۔

براہ کرام ہمیں مختصر طور پر کچھ جامع نصیحت فرمادیں۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا، میں تمکو اس بات کی تاکید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اپنے امیر کی اطاعت لازم کرلو اگرچہ وہ معمولی شخصیت (حبشی) ہو۔ کیونکہ تم میں سے میرے بعد جو بھی زندہ رہے گا وہ بہت سارے اختلافات دیکھے گا تو ایسے وقت میرے ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنّت پر عمل کرتے رہنا اور اُسے مضبوطی سے تھام لینا۔ اور اسکو اپنے دانتوں سے مضبوط پکڑے رہنا اور نئی نئی باتوں (بدعتوں) سے بچنا، کیونکہ دین میں ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد)

اصحابِ رسولؐ میں حضرت حُذیفہؓ صاحبِ سرّ رسول اللہ (رسول اللہ کے رازدان) کے لقب سے ممتاز تھے فرماتے ہیں ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! میں تم میں کتنا عرصہ رہوں گا معلوم نہیں۔"

پھر آپؐ نے سیّدنا ابوبکرؓ وسیّدنا عمرؓ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا، میرے بعد ان دونوں کی اقتدار (پیروی) کرنا اور عمار بن یاسرؓ کی سیرت اختیار کرنا اور عبدُاللہ بن مسعودؓ جو بھی تعلیم دیں اسکی تصدیق کرنا۔ (ترمذی)

ان ہدایات کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا وہ ابدی پیغام جو اختلافِ اُمّت کے وقت ابدی قانون وضابطہ کے طور پر ارشاد فرمایا تحریر کیا جاتا ہے، ہمارا یہ ایقان ہے کہ اس سے زیادہ بہتر اور جامع فیصلہ آپ کو کسی اور مذہب میں نہیں ملے گا۔

حضرت عبدُاللہ عمروؓ راوی ہیں فرماتے ہیں، ایک دن رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جو حوادث بھی قوم بنی اسرائیل (یہود ونصاریٰ) پر آئے ہیں وہ میری اُمّت پر بھی پیش آئیں گے جیسا کہ دونوں جوتے ایک دوسرے کے برابر ہوا کرتے ہیں یہاں تک کہ بنی اسرائیل میں کسی بے نصیب نے اپنی ماں سے بدکاری کی ہوگی تو میری اُمّت کا ایک بے نصیب بھی یہ حرکت کر ڈالے گا، قوم بنی اسرائیل بہتّر ۷۲ فرقوں میں تقسیم ہوگئی میری اُمّت تہتّر ۷۳ فرقوں میں بٹ جائے گی، البتہ ایک طبقہ کے علاوہ باقی سب جہنّم رسید ہوں گے۔

حاضرین میں بعض صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کونسا فرقہ ہوگا جو نجات پائے گا؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا: مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ (بخاری ومسلم) وہ جو اُس راہ پر ہوں جس پر میں اور میرے اصحابؓ ہیں۔

اِن ارشاداتِ عالیہ کے بعد اب کوئی گنجائش باقی نہ رہی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحابؓ کی راہ وہدایت ہی حق وصداقت، نجات وسلامتی کا ذریعہ ہیں۔

سیّدنا صدیق اکبرؓ کی پہلی تقریر

سیّدنا صدّیق اکبرؓ کی پہلی تقریر جو انھوں نے مسجد نبوی شریف میں خلافت کی ذمّہ داری قبول کرنے کے بعد کی تھی۔

میں آپ حضرات پر حکمراں بنایا گیا حالانکہ میں آپ میں سب سے بہتر آدمی نہیں ہوں، اُس ذات کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے

میں نے یہ منصب اپنی رغبت وخواہش سے نہیں لیا ہے۔

نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ کسی دوسرے کے بجائے یہ منصب مجھے ملے، نہ میں نے اللہ سے اس کے لئے دُعا کی ہے نہ میرے دل میں کبھی اس کی خواہش پیدا ہوئی ہے میں نے تو بادل نخواستہ اس لئے قبول کی ہے کہ مجھے مسلمانوں میں فتنۂ اختلاف اور عرب میں فتنۂ ارتداد برپا ہوجانے کا اندیشہ تھا۔

میرے لئے اس منصب میں کوئی راحت وسکون نہیں بلکہ ایک بارِ عظیم ہے جو مجھ پر ڈال دیا گیا جس کے اُٹھانے کی مجھ میں طاقت نہیں اِلّا یہ کہ اللہ ہی میری مدد کرے، میں چاہتا ہوں کہ میرے بجائے اور کوئی یہ بار اُٹھالے۔

اب بھی اگر آپ حضرات چاہیں تو اصحابِ رسولؐ میں سے کسی ایک کو اس کام کے لئے پسند کریں میری بیعت آپ کی راہ میں حائل نہ ہوگی۔

آپ لوگ اگر مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے معیار پر جانچیں گے اور مجھ سے وہ توقعات رکھیں گے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے آپ لوگ رکھا کرتے تھے تو میں اس کی طاقت نہیں رکھتا کیونکہ وہ شیطان سے محفوظ تھے اور اُن پر آسمان سے وحی نازل ہوا کرتی تھی، فرشتے اُن کی حفاظت کیا کرتے تھے، وہ ہر لغزش سے محفوظ تھے۔

اب اگر میں ٹھیک کام کروں تو آپ میری مدد کریں اور غلط کام کروں تو مجھے سیدھا کردیں۔

تمھارے درمیان جو کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے یہاں تک کہ اس کا حق اُسے دلوادوں، اور تم میں جو طاقتور ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے

یہاں تک کہ اس سے حق وصول کرلوں ۔

کسی قوم میں فواحش پھیل جائیں تو اللہ اس کو عام عذاب میں مبتلا کردے گا۔

میری اطاعت کرو جبتک کہ میں اللہ اور رسولؐ کا فرمانبردار ہوں، اگر میں اللہ و رسولؐ کی نافرمانی کروں تو میری کوئی اطاعت تم پر نہیں ہوگی۔

میں اللہ اور رسولؐ کی پیروی کرنے والا ہوں نئی راہ نکالنے والا نہیں۔

والسلام علیکم

سیدنا عمر بن الخطابؓ کا خطبہ

خلافت کے بعد آپ نے ارشاد فرمایا:

لوگو! کوئی حق والا اپنے حق میں اُس مرتبہ پر نہیں پہنچا ہے کہ اللہ کی نافرمانی میں اُس کی اطاعت کی جائے۔

لوگو! میرے اُوپر جو تمہارے حقوق ہیں وہ میں تم سے بیان کرتا ہوں اس پر تم مجھ کو پکڑ سکتے ہو۔

مجھ پر تمہارا یہ حق ہے کہ میں تمہارے خراج (حکومتی حق) یا اللہ کے عطا کردہ فئے (عطاء بخشش) میں سے کوئی چیز وصول نہ کروں مگر قانون کے مُطابق۔

اور میرے اُوپر تمہارا یہ حق ہے کہ جو کچھ مال اسی طرح میرے پاس آئے اس میں سے کچھ نہ لوں مگر حق کے مطابق۔

والسلام علیکم

سیدنا عثمان بن عفان کا پہلا خطبہ

آپ نے بیعت خلافت کے بعد جو پہلا خطبہ دیا، فرمایا:

لوگو! سُنو میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنے والا ہوں نئی راہ نکالنے والا نہیں۔

جان لو، کتاب اللہ و سُنّت رسول اللہ کی پیروی کرنے کے بعد تین۳ باتیں ضروری ہیں جن کی پابندی کا میں تم سے عہد کرتا ہوں۔

ایک۱ یہ کہ میری خلافت سے پہلے تم نے باہمی اتفاق سے جو قاعدے اور طریقے مقرر کئے تھے اُن کی پیروی کروں گا۔

دُوسرے۲ یہ کہ جن معاملات میں پہلے کوئی قاعدہ مقرر نہیں ہوا ہے اُن میں سب کے مشورے سے اہلِ خیر کا طریقہ مقرر کروں گا۔

تیسرے۳ یہ کہ تم سے اپنے ہاتھ روکے رکھوں گا جبتک کہ تمہارے خلاف کوئی کارروائی کرنا قانونِ شریعت کی رو سے واجب نہ ہو جائے۔

سیدنا علی بن ابی طالبؓ کا خطبہ

حضرت علیؓ نے قیس بن ثابت کو ملک مصر کا گورنر مقرر کرنے کے بعد اہلِ مصر کے نام یہ خطبہ تحریر کیا ہے، لکھتے ہیں:

"خبردار ہو جاؤ! تمہارا ہم پر یہ حق ہے کہ ہم اللہ کی کتاب اور اس کے رسولؐ کی سُنّت کے مطابق عمل کریں اور تمہارے معاملات کو اللہ کے مقرر کردہ حق کے مطابق چلائیں اور

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنّت کو نافذ کریں اور تمہارے
در پردہ بھی تمہارے ساتھ خیر خواہی کریں۔"

قرآن حکیم اور احادیث رسول کا یہ مجموعہ اس حقیقت کو ظاہر کرتا ہے کہ اصحابِ رسول ملّتِ اسلامی کا نہیں بلکہ طبقۂ انسانیت کا وہ طبقہ ہے جس کا کوئی مدِّ مقابل اور ہمسر نہیں یہ حضرات "خیرُ النّاس" سے یاد کئے جاتے ہیں اسی مقدّس طبقہ کے سَو سے کچھ اوپر "اصحابِ رسول کی یادیں" اِن اوراق میں پیش کی گئی ہیں۔ فَبِھُدَاھُمُ اقْتَدِہْ۔

والسّلام

خادمُ الکتاب والسُّنّۃ

عبدُ الرّحمٰن عفرلہٗ

حال مقیم جدّہ (سعودی عرب)

اَصحابُ الرّسول صلی اللہ علیہ وسلم

سیّدنا ابو بکر صدّیق رضؓ :-

سیّدنا ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہٗ ما قبل بعثت شخصیات میں شمار ہوتے ہیں آپ کی ولادت سنہ ۳ عام الفیل مکّۃ المکرمہ میں ہوئی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں دو ڈھائی سال چھوٹے ہیں۔

زمانۂ جاہلیت میں آپ کا نام عبد الکعبہ تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والوں میں آپ پہلے شخص ہیں اس لئے آپ کا لقب "اوّل المسلمین" قرار پایا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جانب سے آپ کو دو لقب ملے ہیں صدّیق، عتیق۔

صدّیق اس وقت کہا گیا جب اہلِ مکّہ نے معراج شریف کا انکار کیا تھا ایسے وقت سیّدنا ابو بکرؓ نے واقعہ کی بلا تحقیق برملا تصدیق کردی تھی۔

عتیق (آزاد شدہ) اس وقت کہا گیا جب آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہنّم سے آزادی کی بشارت دی۔

آپ کے والد کا نام ابو قحافہ تھا جو فتح مکّہ سنہ ۸ ہجری میں مسلمان ہو گئے اور اپنے صاحبزادے ابو بکر صدّیقؓ کی خلافت کو بھی دیکھا پھر خلافتِ فاروقی میں انتقال کیا۔ رضی اللہ عنہٗ

سیّدہ عائشہ صدّیقہ فرماتی ہیں میرے والد حضرت ابوبکرؓ اور والدہ سیّدہ اُمِّ رومان اس وقت دینِ اسلام قبول کر چکے تھے جبکہ میرا شعور بیدار نہ تھا (یعنی کم عمر تھیں) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صبح و شام ہمارے گھر تشریف لاتے اور میرے والد کے ساتھ اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں گفتگو کیا کرتے تھے، کچھ عرصہ بعد مسلمانوں پر اہل مکّہ کا ظلم شروع ہو گیا تو میرے والد مسلمانوں کی ایک چھوٹی جماعت کے ساتھ ملک حبشہ ہجرت کر گئے تاکہ وہاں ایمان و اسلام پر قائم رہیں جب آپ مقام برک الغماد پہنچے وہاں کے سردار ابن الدُّغنہ سے ملاقات ہوئی جو زمانہ جاہلیت میں آپ کا دوست تھا پُوچھا اُبوبکرؓ کہاں کا ارادہ ہے؟

کہا، ہماری قوم نے ہمیں شہر بدر کر دیا اور اللہ کی عبادت سے بھی منع کر دیا ہے اب میں چاہتا ہوں کہ بقیہ زندگی اللہ کی عبادت میں صرف کر دوں، اس لئے مکّہ کی زمین سے ہجرت کر رہا ہوں۔

ابن الدُّغنہ نے کہا بھلا یہ کیا بات ہوئی تم جیسے نیک و شریف انسان کو شہر بدر کر دیا جائے، تم تو غریب و فقیر انسانوں کی مدد کرتے ہو، رشتہ داری کا حق ادا کرتے ہو، مصیبت زدہ کا بوجھ اُٹھاتے ہو، مہمانوں کی ضیافت کرتے ہو، حق و سچائی میں مدد کرتے ہو، بھلا ایسا شخص شہر بدر ہو سکتا ہے؟

اے اُبوبکرؓ تم اپنے وطن مکّۃُ المکرّمہ واپس چلو اور میری ضمانت اور کفالت میں اپنی زندگی بسر کرو تمکو اللہ کی عبادت کرنے پر کوئی روک ٹوک نہیں ہوگی۔

پھر ابن الدغنہ میرے والد ابوبکرؓ کے ساتھ مکّۃُ المکرمہ آیا، قریشی سرداروں سے تفصیلی بات کی اور انھیں قائل معقول کروا دیا کہ ابوبکرؓ جیسا نیک و شریف

آدمی شہر بدر نہیں کیا جا سکتا۔

اہلِ مکّہ نے ابن الدّغنہ کی ضمانت و کفالت قبول کر لی اور حضرت ابوبکرؓ کو قیام کی اجازت دیدی البتّہ قریش نے ابن الدُّغنہ سے یہ طے کروا لیا کہ ابوبکرؓ صرف اپنے مکان میں عبادت کریں گے، باہر انھیں اجازت نہیں دی جائے گی، ہمیں اپنے بچّوں اور عورتوں کے دین و مذہب پر اندیشہ ہے کہ کہیں وہ ابوبکرؓ کا ساتھ نہ دیدیں چنانچہ حضرت ابوبکرؓ اپنے گھر میں اللہ کی بندگی کرتے رہے پھر چند دنوں بعد گھر کے صحن میں اپنی ایک مسجد بنالی اسمیں عبادت کا سلسلہ جاری رکھا۔

سیّدہ عائشہ صدّیقہ کہتی ہیں میرے والد ابوبکرؓ نہایت رقیق القلب انسان تھے جب وہ نماز میں قرآن کی تلاوت کرتے تو قدرتاً آواز بلند ہو جاتی اور پھر خشیت و بُکا طاری ہو جاتا۔

سیّدہ کے یہ الفاظ ہیں:

وَكَانَ اَبُوْبَكْرٍؓ رَجُلاً بَكَّاءً لَايَمْلِكُ دَمْعَهٗ حِيْنَ يَقْرَأُ الْقُرْاٰن۔

ترجمہ: ابوبکرؓ اللہ کے نام پر بکثرت رونے والے تھے، ان کے آنسو تھم نہیں پاتے جب وہ قرآن کی تلاوت کیا کرتے۔

حضرت ابوبکرؓ کی یہ حالت مخفی نہ رہی، قریش کے چھوٹے بڑے اور عورتیں ہر روز یہ منظر دیکھ کر متاثر ہونے لگے، قریش کے سرداروں کا وہ اندیشہ پورا ہونے لگا کہ کہیں بچے اور عورتیں اسلام قبول نہ کرلیں، انھوں نے حضرت ابوبکرؓ کے کفیل ابن الدغنہ سے رابطہ کیا اور صورتِ حال بیان کی اور اصرار کیا کہ یا تو تم اپنی کفالت واپس لے لو یا ابوبکرؓ کو پابند کرو کہ وہ اندرونِ خانہ ہی اپنی عبادت جاری رکھیں اپنے صحن سے مسجد اٹھالیں۔

ابن الدغنہ نے حضرت ابو بکرؓ سے نہایت دلسوزی میں کہا، ابو بکرؓ میں نے تمکو صرف اندرون خانہ عبادت کرنے کی ضمانت دی تھی لیکن تم نے اس کا پاس لحاظ نہیں رکھا بہتر ہے میرے عہد کو پورا کرو یا پھر ضمانت واپس دیدو۔

اس مطالبہ پر حضرت ابو بکرؓ نے واضح طور پر کہدیا تم اپنا ذمّہ واپس لے لو میں اپنے رب کی ضمانت میں آجاتا ہوں، اس وقت تک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکّۃ المکرّمہ ہی میں مقیم تھے، آپؐ نے ارشاد فرمایا، اے ابو بکرؓ تمہاری ہجرت گاہ مجھے بتلادی گئی ہے جو کھجور کے درختوں سے پُر ہے۔ وقت کا انتظار کرو، پھر بہت جلد میرے والد اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منوّرہ کی طرف ہجرت کرلی۔

(بخاری ج ۱ ص۳۰۷ باب: فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

سیّدنا عمرُ بن الخطّابؓ:-

ایک دن خاندانِ قریش کی چند عورتیں اپنے حقوق اور شوہروں کی شکایات بیان کرنے کے لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مکان پر آئیں اس گفتگو میں ان کی آوازیں کچھ بلند ہوگئیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے ضبط و تحمل سے ان کی یہ آوازیں برداشت کر رہے تھے۔

اچانک حضرت عمر الفاروقؓ آگئے اور حجرہ شریف میں داخل ہونے کی اجازت چاہی، حضرت عمرؓ کی آواز سُنکر یہ سب عورتیں اُٹھ کھڑی ہوئیں اور پردے میں آگئیں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو داخل ہونیکی اجازت دی،

سیّدنا عمرؓ جب داخل ہوئے تو دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہنس رہے ہیں، عرض کیا: اَضْحَكَ اللّٰهُ سِنَّكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اللہ آپ کو سدا خوش رکھے کیا بات ہے؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا، اے عمرؓ! اِن خواتین کی حالت پر مجھکو ہنسی آگئی یہ اپنے مطالبات اور اپنے شوہروں کی شکایات زور و شور سے کر رہی تھیں جب انھوں نے تمہاری آواز سُنی فوری اُٹھ کھڑی ہوئیں اور پردے میں چلی گئیں۔

حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ڈرنا تو آپؐ سے تھا میری کیا حیثیت ہے؟

اس کے بعد حضرت عمرؓ نے اُن قریشی عورتوں سے خطاب کیا۔

"اے اپنی جانوں پر ظلم کرنے والیو! تمہارا کیا حال ہے؟ تم مجھ سے ڈرتی ہو، تمکو تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ڈرنا چاہیئے؟"

قریشی عورتوں نے جواب دیا، ہاں! ہاں! رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تو تم جیسے نہیں ہیں، تم تو صرف گرفت کرنا جانتے ہو۔ ہماری بات تم سے نہیں ہے۔

اس گفتگو پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، عمرؓ خاموش ہوجاؤ اللہ کی قسم جس راہ پر تم چلتے ہو شیطان اس راہ سے دُور ہوجاتا ہے اور دوسرا راستہ اختیار کرلیتا ہے۔ (بخاری ج ۱ ص۵۲۰)

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔

سیدنا عثمان بن عفانؓ:-

احنف بن قیس کہتے ہیں کہ ہم نے حج بیت اللہ کے لئے سفر کیا دورانِ سفر مدینہ منوّرہ میں قیام کیا ابھی ہم اپنا سامانِ سفر رکھنے بھی نہ پائے تھے کہ ایک شخص نے یہ خبر دی کہ مسجد نبوی میں لوگوں کا اژدھام ہو گیا ہے اس ہجوم میں سیّدنا علیؓ، زبیرؓ، طلحہؓ، سعد بن ابی وقاصؓ موجود ہیں، ہم جلدی سے وہاں پہنچے، دیکھا کہ سیّدنا عثمانؓ ایک چادر میں ملبوس ہجوم سے خطاب کر رہے ہیں،

کیا اس ہجوم میں علیؓ ہیں؟ طلحہؓ ہیں؟ زبیرؓ ہیں؟ سعد بن ابی وقاصؓ ہیں؟

سب نے جواب دیا، جی ہاں، ہم سب موجود ہیں۔

سیّدنا عثمانؓ کہنے لگے میں تمکو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں، تم خوب جانتے ہو کہ ابتداءً مسجد نبویؐ نماز پڑھنے والوں کیلئے تنگ ہو گئی تھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا تھا تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو فلاں قبیلے کے جانوروں کا ٹھکانہ خرید لے اور اسکو مسجد کے احاطے میں شامل کر دے، اللہ اس کی مغفرت فرما دیں گے۔

میں نے اس زمین کو پینتیس ۳۵ ہزار درہم میں خرید لیا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اسکی خبر دی، آپؐ نے ارشاد فرمایا اس زمین کو ہماری مسجد میں شامل کر دو اور اے عثمانؓ اسکا اجر تمہیں ملے گا، کیا یہ واقعہ صحیح ہے؟

چاروں حضرات نے کہا، بالکل صحیح!

اس پر سیّدنا عثمانؓ نے مجمع سے فرمایا، اور آج تم لوگ مجھکو اس مسجد میں ۲ دو رکعت نماز ادا کرنے کی اجازت نہیں دیتے؟

عام مجمع نے کہا ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔

پھر سیّدنا عثمانؓ نے ان چاروں حضرات سے خطاب کیا، تمکو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں، تم خوب جانتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بئر رُومَہ (کنواں) کے بارے میں اعلان فرمایا تھا کہ کوئی ایسا ہے جو اس کنویں کو خرید لے (اس وقت شہر میں پانی کی شدید قلّت تھی) اللہ اُس کی مغفرت فرما دے گا، میں نے اُس کنویں کو ایک بھاری رقم میں خرید لیا اور آپؐ کی خدمت میں پیش کیا، آپؐ نے ارشاد فرمایا، اس کنویں کو عام مسلمانوں پر وقف کر دو، اے عثمانؓ اس کا اجر تمکو ملے گا، کیا یہ واقعہ صحیح نہیں؟

ان چاروں اصحاب نے اعتراف کیا، بیشک ایسا ہوا ہے۔

پھر مجمع سے خطاب کیا، تم لوگوں نے مجھ پر اسکا پانی کیوں بند کر دیا ہے؟

فسادیوں نے کہا، تمکو پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں دیں گے۔

پھر تیسری بار سیّدنا عثمانؓ نے سوال کیا تمکو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں جسکے سوا کوئی معبود نہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جس دن جیش عُسرہ (غزوۂ تبوک) کی تشکیل کی تھی اس وقت مجاہدین کے ہاتھ خوراک اور سواریوں اور جنگی سامان سے خالی تھے، ایسے پُر آشوب حالات میں آپؐ نے اعلان فرمایا تھا، ایسا کوئی ہے جو اس غزوہ کیلئے سامان فراہم کرے؟

میں نے اُس لشکر کے لئے وہ سب کچھ فراہم کیا جسکی فوج کو ضرورت

پڑتی ہے، اس کے علاوہ تین سو اُونٹ اور ایک ہزار دینار (اشرفی) آپؓ کی خدمت میں پیش کئے، اس پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس قدر مسرور ہوئے کہ دیناروں کو بار بار پلٹتے اور یہ فرماتے اس عمل کے بعد عثمانؓ کو کوئی عمل نقصان نہ پہنچا سکے گا، اے اللہ! میں عثمانؓ سے راضی ہوں تو بھی راضی ہو جا۔ لا الٰہ الا اللہ۔

پھر ان چاروں حضرات سے خطاب کیا تمکو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کیا یہ عمل میں نے نہیں کیا؟

چاروں اصحاب نے اس کا بھی اعتراف کیا۔

پھر حضرت عثمانؓ نے کہا اے اللہ! آپ گواہ ہیں، اے اللہ آپ گواہ ہیں۔

(زرقانی ج ۲ صـ ۶۴ نسائی شریف)

ملحوظہ:۔ سیّدنا عثمانؓ کا یہ حادثہ آپکی خلافت کے آخری دنوں کا ہے جبکہ منافقین کی سازشوں سے اہل عراق کی ایک بڑی تعداد مخالف ہوگئی تھی پھر انھوں نے سیّدنا عثمانؓ کی خلافت چھین لینے کیلئے مدینہ منوّرہ پر ہلّہ بول دیا، انھوں نے امیرالمومنین سیّدنا عثمانؓ کے مکان کا محاصرہ بھی کرلیا، سیّدنا عثمانؓ اپنے مکان میں محصور ہوگئے باغیوں نے ضروریاتِ زندگی حتّٰی کہ غذا و پانی بھی ایسے طور پر بند کر دیا کہ سیّدنا عثمانؓ اور انکے گھر والے بے بس ہوگئے۔[1]

سیّدنا عثمانؓ کا مذکورہ بالا خطاب اُن چار اصحاب رسول سے اسی ضمن میں ہو رہا تھا جبکہ فسادیوں کا دباؤ یہ چار سر برآوردہ حضرات اور اہل شہر بھی دُور بھی نہ کر سکے آخر فسادیوں نے مکان کی دیواریں پھاند کر بیت عثمان میں داخل ہو کر سیّدنا عثمانؓ کو شہید کر ڈالا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

[1] "سیرۃ سیّدنا عثمانؓ"، مطبوعہ دارالمصنفین اعظم گڑھ یوپی مطالعہ کیجئے۔

سیّدنا علیؓ بن ابی طالب:۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اوّلین دعوت پر جن حضرات نے اسلام قبول کیا انھیں "سابقین اوّلین" کہا جاتا ہے۔ ان کی ایک مختصر تعداد ہے جن میں سے بعض کے نام تاریخی کتب میں موجود ہیں۔ ان میں سیّدنا علیؓ بھی شامل ہیں لیکن علی الاطلاق سب سے پہلے جس ذات عالی کا نام ملتا ہے وہ سیّدنا ابوبکرؓ ہیں اور طبقۂ نسواں میں سیّدہ خدیجۃ الکبریٰؓ ہیں جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کی زوجۂ مطہّرہ تھیں۔ (اصابہ ج ۱ صـ ۲۲۷)

امام ابو حنیفہؒ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تھا، فرمایا مردوں میں سب سے پہلے سیّدنا ابوبکر صدّیقؓ عورتوں میں سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ، بچّوں میں سیّدنا علیؓ (اسوقت سیّدنا علیؓ کی عمر دس سال تھی) غلاموں میں حضرت زیدبن حارثہؓ (آپکے منہ بولے بیٹے) اوّلین سابقین ہیں۔ (البدایہ والنہایہ ج ۳ صـ ۲۹)

سیّدنا علیؓ نے اسلام قبول کرنے کے بعد تقریبًا ایک سال تک اپنے گھر والوں کو اس کی اطلاع نہ کی، اپنے اسلام کو مخفی رکھا، جب نماز کا وقت آتا تو قریبی گھاٹی میں جا کر نماز (اُس وقت جو بھی طریقہ تھا) ادا کر لیتے ایک دن ایسے ہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کر رہے تھے، باپ ابوطالب نے دیکھ لیا پوچھا بیٹا یہ کیسی عبادت ہے؟ کونسا دین ہے؟

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چچا جان یہ وہی دین ہے جو ہمارے دادا سیّدنا ابراہیم علیہ السّلام کا تھا اور یہ وہی عبادت ہے جو آپ ادا کیا کرتے تھے۔ اس پر ابوطالب نے کہا، میں تو اپنا آبائی مذہب نہیں چھوڑ سکتا، البتہ اپنے بیٹے علیؓ سے فرمایا، بیٹا تمکو اختیار ہے جو دین چاہو اختیار کر لو۔ چنانچہ سیّدنا علیؓ

اسلام پر قائم رہے اور بعد میں "فاتح خیبر" کے لقب سے یاد کیے گئے۔

جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم صلح حدیبیہ سے فارغ ہو کر مدینہ طیّبہ واپس تشریف لائے چند ماہ بعد آپ کو بذریعہ "وحی" اطلاع دی گئی، شہر خیبر پر جو مالدار یہودیوں کا شہر تھا حملہ کیا جائے، خیبر بلند و مضبوط قلعوں کا شہر تھا اس میں کئی ایک قلعے تھے جو یہودیوں کی پناہ گاہیں سمجھی جاتی تھیں۔

آپؐ نے ماہ محرم ۷ھ میں خیبر کا محاصرہ کیا کئی ایک قلعے فتح کئے انمیں سب سے مضبوط اور محفوظ قلعہ قموص نامی تھا اس کو فتح کرنے کے لئے سیّدنا ابوبکر صدّیقؓ کو روانہ کیا گیا باوجود پوری جدّ و جہد کے یہ قلعہ فتح نہ ہوسکا، دوسرے دن سیّدنا عمر الفاروقؓ کو روانہ کیا انھوں نے بھی پوری کوشش کی لیکن بغیر کسی کامیابی کے واپس آگئے۔

اس وقت آپ نے ارشاد فرمایا کل ایک ایسے شخص کو روانہ کروں گا جو اللہ و رسول سے محبّت رکھتا ہے اور اللہ و رسول بھی اُس سے محبّت رکھتے ہیں اسی کے ہاتھ یہ قلعہ فتح ہوگا، فوج میں ہر شخص تمنّا کرنے لگا کہ یہ سعادت مجھکو ملے ساری رات اسی تمنا و اشتیاق میں گزر گئی، صبح فجر کی نماز کے بعد آپؐ نے حضرت علیؓ کو طلب فرمایا اس وقت حضرت علیؓ کی آنکھیں پُر آشوب تھیں آپؐ نے اپنا لُعاب دہن ان کی آنکھ میں بطور سُرمہ لگایا اور دُعا دی، آنکھ اسی وقت صحت مند ہوگئی، سیّدنا علیؓ فرماتے ہیں پھر تا حیات یہ شکایت پیدا نہ ہوئی۔ لاالہ الاّ اللہ

آپؐ نے جنگی نشان حضرت علیؓ کو عنایت فرمایا اور چند ضروری ہدایات دیکر میدان جنگ کیطرف روانہ کردیا۔

مقابلہ میں خیبر کا مشہور و نامور پہلوان مُرحّب نامی یہ شعر

پڑھتے آگے بڑھا:

قَدْ عَلِمَتْ خَيْبَرُ اَنِّي مَرْحَبٌ   شَاكِي السِّلَاحِ بَطَلٌ مُجَرَّبٌ

شہر خیبر کو خوب معلوم ہے میں مرحّب ہوں   سلاح پوش بہادر تجربہ کار

سیّدنا علیؓ نے بھی اس کے جواب میں یہ شعر کہا:

اَنَا الَّذِيْ سَمَّتْنِيْ اُمِّيْ حَيْدَرَهْ   كَلَيْثِ غَابَاتٍ كَرِيْهِ الْمَنْظَرَهْ

میں وہی ہوں جسکا نام میری ماں نے حیدر (شیر) رکھا   جنگل کے خوفناک خطرناک شیر کی طرح

یہ کہکر نہایت پھرتی سے اُس زور سے تلوار ماری کہ مرحّب کا سر دو ٹکڑے ہوگیا، مضبوط قلعے میں خوف و ہراس پیدا ہوگیا، مجاہدین قلعے میں داخل ہوگئے پناہ دینے والا قلعہ بے سہارا بن گیا، پناہ گزیں بھاگ پڑے۔

اس طرح یہ آخری قلعہ بیس ۲۰ یوم کے محاصرے کے بعد سیّدنا علیؓ کی قیادت میں فتح ہوگیا، اسی لئے سیّدنا علیؓ کو فاتحِ خیبر کہا جاتا ہے۔ فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۳۶۷)

اسلام کا پہلا جہاد، پہلا مجاہد:۔

ہجرت کے بعد ۱ھ ہجری میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منوّرہ سے حضرت عبیدہ بن الحارثؓ کی ماتحتی میں ایک فوجی دستہ شہر رابغ (قریب جدّہ سعودی عرب) روانہ کیا، یہ اسلام کا پہلا فوجی دستہ تھا، شہر رابغ کے کفار سے مقابلہ ہوا۔

مسلمانوں کی طرف سے سب سے پہلا تیر پھینکنے والے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ تھے۔ آخر یہ شہر بھی اسلام کے ماتحت آگیا۔

(فضائلِ نبویؐ ص ۲۹۵، از شیخ الحدیث زکریّاؒ)

سیّدنا ابو عُبیدہ بن الجرّاح ؓ :۔

سیّدنا عمر الفاروق ؓ نے اپنے دورِ خلافت میں حضرت ابو عبیدہ بن الجرّاح ؓ کو دمشق (شام) کا گورنر مقرر کیا تھا، سیّدنا ابو عبیدہ ؓ ان دسؔں اصحابِ رسول میں شامل ہیں جنکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے زندگی ہی میں جنّت کی بشارت دی ہے۔ لآ الٰہ الاّ اللہ

کچھ عرصہ بعد سیّدنا عمر ؓ نے ملک شام کا سفر کیا، حضرت ابو عبیدہ ؓ استقبال کے لئے شہر کے آخری کنارے تشریف لائے اور امیر المومنین کو اپنے ساتھ لیکر شہر میں داخل ہوئے۔

سیّدنا عمر ؓ نے فرمایا، ابو عُبیدہ ؓ تم مجھکو اپنے گھر لے چلو پھر جہاں کہیں جانا ہوگا چلیں گے، حضرت ابو عُبیدہ ؓ نے عرض کیا، امیرؔ المومنین میرے گھر سوائے رونے کے اور کچھ نہ ہوگا۔

فرمایا، نہیں! نہیں! پہلے آپ کے ہی گھر جانا ہے۔

چنانچہ جب حضرت ابو عبیدہ ؓ کے گھر (گورنر ہاؤس) پہنچے، سیّدنا عمر الفاروق ؓ کی آنکھیں بھر آئیں، دیکھا حضرت ابو عبیدہ ؓ کے گھر میں سوائے ایک بوریا (ٹاٹ) ایک لوٹا، ایک مشکیزہ اور کچھ نہ تھا، سیّدنا عمر الفاروق ؓ بے ساختہ رو پڑے اور یہ عظیم کلمات کہے جو تاریخِ اسلام میں زُہد و قناعت کے بلند مینار سمجھے گئے ہیں۔

غَیَّرَتْنَا الدُّنْیَا کُلَّنَا اِلَّا اَبَا عُبَیْدَۃَ ؓ

دنیا نے ہم سب کو بدل ڈالا سوائے ابو عبیدہ ؓ کے۔

پھر ارشاد فرمایا، میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سُنا تھا:

اَمِیْنُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اَبُوْ عُبَیْدَۃَ بْنُ الْجَرَّاحِ ؓ

اس امت کا امانت دار ابو عبیدہ ؓ ہے۔

اے ابو عبیدہ ؓ تم نے امانت کا حق ادا کردیا (گورنری اور خاکساری)۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔

حضرت ابو جُحیفہ ؓ :۔

یہ صحابی رسول ہیں حیات نبوی کے آخری دور میں مدینہ منورہ آئے اور مسلمان ہوگئے، سیّدنا علی ؓ کے دورِ خلافت میں اِن کے خصوصی خادموں میں شمار ہوئے۔

اپنا ایک واقعہ خود بیان کرتے ہیں:

ایک دن میں نے کچھ پُر تکلّف کھانا (گوشت روٹی وغیرہ) پیٹ بھر کھالیا تھا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آنا ہوا اور آپ کے قریب بیٹھ گیا، اس وقت مجھے بار بار ڈکاریں آرہی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چار مرتبہ تو تحمّل فرمایا، پھر ارشاد فرمایا۔

ابو جُحیفہ ؓ! اپنی ڈکاروں سے ہمیں ایذا نہ دو اور یاد رکھو جو لوگ دُنیا میں اپنا پیٹ بھرا رکھتے تھے وہ آخرت میں سب سے زیادہ بھوکے ہوں گے۔ (الحدیث)

راوی حدیث کہتے ہیں اس واقعہ کے بعد ابو جحیفہ ؓ نے تاحیات پیٹ بھر روٹی نہیں کھائی، اگر صبح کھاتے تو رات کا کھانا ترک کردیتے اسی طرح رات کا کھانا کھاتے تو صبح کا نہیں کھاتے۔

ابن ابی الدنیا کی روایت میں خود حضرت ابو جحیفہ ؓ کا قول نقل کیا گیا

ہے کہتے ہیں:
اس واقعہ کے بعد میں نے کامل تیس ۳۰ سال کسی دن بھی پیٹ بھر کھانا نہیں کھایا۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔ (مختصر الترغیب والترہیب ص۱۹۱ ابن حجرؒ)

ملحوظہ:۔

ارشاد نبوی، دُنیا کے پیٹ بھرے آخرت میں زیادہ بھوکے رہیں گے (الحدیث)
صرف پیٹ بھر کھانا مُراد نہیں ہے بلکہ وہ لوگ مراد ہیں جن کی زندگی کا مقصد صرف اور صرف کھانا پینا عیش کرنا تھا ایسے لوگ آخرت میں زیادہ بھوکے ہوں گے۔ (یعنی محتاج تر) ۔ وَاللّٰہُ اعلم

ایک غیر معرُوف صحابیؓ:۔

ایک صاحب آئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قریب بیٹھ گئے پھر اس طرح کہنا شروع کیا:
یارسول اللہؐ! میرے چند غلام ہیں جو پرلے درجے کے جھوٹے، خیانت کرنے والے، نافرمانی کرنے والے، میں ان کو بُرا بھلا کہتا ہوں اور مارا بھی کرتا ہوں لیکن وہ باز نہیں آتے، ارشاد فرمایئے میرا ان کے ساتھ کیا معاملہ ہونا چاہیئے؟
آپؐ نے ارشاد فرمایا، ان کا خیانت کرنا، نافرمانی کرنا، جھوٹ بولنا اور تمہارا ان کو سزا دینا ان کے جرم وخطا کے برابر ہے تو معاملہ برابر ہوگیا نہ تم کو نفع نہ نقصان۔
اور اگر تمہاری سزا ان کے جرم سے زیادہ ہے تو آخرت میں تم سے اسکا بدلہ لیا جائے گا۔

راوئ حدیث سیّدہ عائشہ صدّیقہؓ فرماتی ہیں یہ فیصلہ سُنکر وہ شخص مجلس سے اٹھا اور مسجد نبویؐ کے ایک کونے میں روتا بیٹھ گیا، اسکی ہچکیاں بندھ گئیں۔
یہ حال دیکھکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے شخص تو نے اللہ کا کلام نہیں پڑھا؟

وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ؕ الآیۃ
(سورۂ انبیاء آیت ۴۷)

ترجمہ:۔ اور قیامت کے دن ہم میزانِ عدل قائم کریں گے سو کسی پر ذرا بھی ظلم نہ ہوگا اگر کسی کا ظلم رائی کے دانہ برابر بھی ہوگا تو ہم اس کو وہاں حاضر کردیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔

پھر وہ شخص اٹھا اور عرض کیا یارسول اللہؐ! میرے اور ان کے لئے یہی بہتر ہے کہ میں انھیں آزاد کردوں، یارسول اللہؐ! آپ گواہ رہیں میں نے اُن سب کو آزاد کردیا۔ (ترمذی شریف ج ۲ صفحہ ۱۵۰)

ملحوظہ:۔ یہ ذہن نشین رہے کہ عہد قدیم میں غلام اور باندی مال ودولت میں قیمتی اثاثہ شمار کئے جاتے تھے ایسا شخص امیر انسان سمجھا جاتا تھا جس کے پاس لونڈی غلام ہوں۔
حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے ایک شخص نے اپنی تنگی معاش کی شکایت کی آپ نے پوچھا کیا تیرے یہاں مکان ہے جسمیں تو بسیرا کرتا ہو؟ کہا ہاں! ایک مکان ہے۔ پھر پوچھا کیا تیری بیوی ہے جو تیرے گھریلو امور انجام دیتی ہو؟ کہا ہاں! میری ایک بیوی بھی ہے۔ فرمایا دنیا تجھکو نصیب ہے۔ اس پر اُس شخص نے کہا میرا ایک غلام بھی ہے جو بیرونی خدمت انجام دیتا ہے۔ فرمایا، پھر تو تم امیر آدمی ہو۔ (تمہاری تنگدستی کی شکایت صحیح نہیں)۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

حضرت انس بن النضرؓ :-

حضرت انس بن النضرؓ ان چند ایک لوگوں میں شامل ہیں جو اسلام کے پہلے معرکہ غزوۂ بدر ۲؁ھ میں شریک نہ ہو سکے (غزوۂ بدر اچانک اور غیر متوقع طور پر پیش آیا تھا)۔ انھیں اس کا شدید افسوس تھا کہ اسلام کے پہلے عظیم معرکہ میں شرکت سے محروم رہا وہ ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

یا رسول اللہ (صلے اللہ علیہ وسلم) اسلام کے اُس پہلے جہاد میں شریک نہ ہو سکا جس میں آپؐ نے مشرکینِ مکّہ سے قتال کیا ہے۔ یا رسول اللہؐ! آئندہ ایسا کوئی موقعہ پیش آئے تو آپ دیکھیں گے کہ میں کس بے جگری اور جانثاری سے ایسے معرکہ میں شرکت کروں گا۔

راوی حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ دوسرے ہی سال ۳؁ھ میں جنگ احد کا معرکہ پیش آیا میرے چچا حضرت انس بن النضرؓ نے پورے ذوق و شوق اور کمال اخلاص سے اس معرکہ میں شرکت کی۔

اس معرکہ میں آغاز کے بعد ہی مسلمانوں کو کامیابی نصیب ہو گئی تھی اور مشرکین بھاگنے لگے، مسلمان کافروں کا مال و اسلحہ جمع کرنے لگے تھے کہ اچانک میدان کارزار مسلمانوں کے ہاتھوں چھوٹ جانے لگا۔ مشرکوں کی ایک اچانک اور غیر متوقع یلغار نے مسلم لشکر میں انتشار پیدا کر دیا۔ اس افراتفری کی حالت میں مسلمان اپنے مرکز سے جُدا ہو گئے۔ (تفصیل غزوۂ اُحد، کتاب "ہدایت کے چراغ" جلد ۲ ص۵۳۶ پر مطالعہ کیجئے)۔

حضرت انس بن النضرؓ نے اس ناگہانی صورت کو اپنی آنکھوں سے دیکھا

اور نہایت حمیّت و غیرتمندی کی حالت میں اپنے رب کو پکارا۔

"الٰہی مسلم لشکر کی اس ابتری پر آپ کی جناب میں عذر پیش کرتا ہوں اور مشرکین کی اس فریب کاری پر اپنی براءت کرتا ہوں"

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میرے چچا انس بن النضرؓ مشرکین کی صفوں کی طرف پلٹے، درمیانِ راہ حضرت سعد بن معاذؓ ملے تو فرمایا،

"اے سعدؓ سامنے جنّت ہے، اللہ کی قسم! اُحد کے دامن سے جنّت کی خوشبو آ رہی ہے"۔

یہ کہکر آگے بڑھ گئے، حضرت سعدؓ فرماتے ہیں یا رسول اللہؐ! میں کچھ بیان نہیں کر سکتا وہ اللہ ہی جانتے ہیں انس بن النضرؓ کس گرم جوشی و سرفروشی سے دشمنوں کی صفوں میں گھس پڑے اور آخری سانس تک اپنی تلوار چلاتے رہے آخر کار شہید ہو کر گر پڑے اور اپنی مُراد پالی، جب میدان کارزار سرد پڑا مسلمانوں کو دوبارہ غلبہ حاصل ہوا مشرکین بھاگ پڑے، شہدا کی لاشیں جمع کی جانے لگیں حضرت انس بن النضرؓ کے جسم پر اسّی ۸۰ سے زائد زخم تھے، مشرکین نے ان کے ہاتھ پیر، آنکھ ناک، کان سارے اعضا جدا کر دیئے تھے۔

حضرت انسؓ یہ بھی شہادت دیتے ہیں کہ چچا کے جسم کو ان کی ایک بہن سیّدہ رُبیّع نے ان کی انگلی کے ایک خاص نشان سے شناخت کر لیا ورنہ شناخت کی کوئی صورت نہ تھی۔ (بخاری ج ۲ ص۵۷۹)

حضرت انس بن مالکؓ کہتے ہیں کہ ہم اصحابِ رسولؐ میں یہ عام تذکرہ ہوا کرتا تھا کہ قرآن حکیم کی یہ آیت مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ۔ الآیۃ (سورۂ احزاب آیت ۲۳) حضرت انس بن النضرؓ اور انکے ساتھیوں

کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

ترجمہ :۔ ان ایمان والوں میں کچھ ایسے بھی ہیں کہ انھوں نے جس بات کا اللہ سے عہد کیا تھا اس میں سچے اُترے پھر بعض تو ان میں وہ ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے اور دیگر بعض منتظر ہیں، اور انھوں نے ذرا بھی تبدیلی نہ کی۔

حضرت انس رضؓ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس بن النضر رضؓ کے بارے میں فرمایا :

اِنَّ مِنْ عِبَادِ اللّٰہِ مَنْ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ۔ (بخاری ج ۱ ص ۳۹۳)

ترجمہ :۔ اللہ کے بندوں میں کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جب وہ کسی بات کو طے کر لیتے ہیں تو اللہ ان کی بات پوری کر دیتا ہے۔ (اُن میں انس بن النضر رضؓ بھی شامل ہیں)۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

حضرت زید بن دثنہ رضؓ :۔

ماہ صفر ۴ھ کا واقعہ ہے قبیلہ عضل اور قبیلہ قارہ کے چند لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منوّرہ آئے اور آپکو یہ خوشخبری دی کہ ہمارا قبیلہ مسلمان ہو گیا ہے، براہِ کرم آپ چند حضرات کو ہمارے ساتھ روانہ فرمائیں تاکہ وہ نومسلموں کو قرآن اور دین کی تعلیم دیں۔

اس گزارش پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب میں سے دس ۱۰ خصوصی حضرات کو جو سب قرآن کے عالم تھے ان کے ہمراہ کر دیا اور ان میں حضرت عاصم بن ثابت رضؓ کو ان کا امیر مقرر فرمایا۔

جب یہ قافلہ مقام رجیع پر پہنچا جو مکۃ المکرمہ اور عُسفان کے درمیان تھا، اِن غدّاروں نے اُن دس ۱۰ اصحابِ رسولؐ سے غدّاری کی اور اپنے دوست قبیلہ

بنو لحیان جسکو انھوں نے پہلے سے تیار رکھا تھا اشارہ کر دیا، ان کی تعداد دو سو ۲۰۰ تھی ان میں سو ۱۰۰ تیر انداز بھی تھے یہ سب ڈاکو ان دس ۱۰ اصحاب پر ٹوٹ پڑے حضرت عاصم بن ثابت رضؓ اپنے اصحاب کے ساتھ ایک بڑے ٹیلے پر چڑھ گئے اور اپنے اپنے تیر سنبھال کر مقابلہ کے لئے تیّار ہو گئے۔

ان دو ۲ سو بزدلوں کی جماعت ہار بیٹھی، اِن کے سردار نے دھوکہ و فریب سے کام لیا، حضرت عاصم بن ثابت رضؓ سے کہا نیچے اُتر آؤ تم سب کو پناہ دے دی جائے گی، حضرت عاصم رضؓ نے بلند آواز سے کہا، میں کافر کی پناہ میں کبھی نہ آیا اور نہ آؤں گا۔

پھر یہ دُعا کی اَللّٰھُمَّ اَخْبِرْ عَنَّا رَسُوْلَکَ۔ اے اللہ! اپنے رسولؐ کو ہمارے حال کی خبر دے دے۔ (بُخاری)

ابوداؤد طیالسی کی روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسی دن مدینہ منوّرہ میں صحابہ کو اطلاع دی کہ عاصم بن ثابت رضؓ اور ان کے دس ساتھی کافروں کے نرغے میں پھنس گئے ہیں۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

آخر کار ان دس ۱۰ اصحاب نے ان دو سو ۲۰۰ غدّاروں سے مقابلہ کیا اس معرکہ میں حضرت عاصم بن ثابت رضؓ سمیت سات ۷ صحابہ شہید ہو گئے باقی تین حضرات عبدُ اللہ بن طارق رضؓ، زید بن دثنہ رضؓ، خبیب بن عدی رضؓ رہ گئے، غدّاروں نے انھیں بھی امان کی پیشکش کی یہ حضرات نیچے اُتر آئے، اُترتے ہی تینوں کو زنجیروں سے کس دیا گیا اور ساتھ چلنے کے لئے مجبور کیا۔

حضرت عبدُ اللہ بن طارق رضؓ نے مزاحمت کی تو انھیں شہید کر دیا گیا، باقی دو ۲ حضرات کو مکۃ المکرّمہ لے جاکر مشرکین کے ہاتھ فروخت کر دیا۔

حضرت زید بن دثنہ رضؓ کو صفوان بن اُمیّہ مشرک نے خریدا تاکہ اپنے باپ

اُمیّہ بن خلف کے بدلے میں قتل کرے کیونکہ حضرت زید بن دثنہؓ نے غزوۂ بدر میں صفوان کے باپ اُمیّہ بن خلف کو قتل کیا تھا۔

حضرت خُبیب بن عدیؓ کو حارث بن عامر کے بیٹوں نے خریدا تاکہ اپنے باپ کا بدلہ لیں، حضرت خُبیبؓ نے غزوۂ بدر میں حارث بن عامر کو جہنم رسید کیا تھا۔

بہرحال حضرت زید بن دثنہؓ کو قتل کرنے کے لئے حرم شریف سے باہر مقام تنعیم لے جایا گیا اس وقت یہ منظر دیکھنے والوں میں قریش کا سردار ابوسفیان بھی (جو اس وقت کافر تھا) موجود تھا، ابوسفیان نے حضرت زید بن دثنہؓ سے پوچھا تم سچ بتاؤ اگر تمکو چھوڑ دیا جائے اور اس کے بجائے تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کردیا جائے کیا تم اس کو اختیار کرلوگے؟

حضرت زید بن دثنہؓ نے جھنجھلا کر پوری قوت سے جواب دیا۔

"اللہ کی قسم! مجھکو یہ بھی گوارا نہیں کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے پائے مبارک میں معمولی سا کانٹا چھبے اور میں سکون پاؤں"۔

ابوسفیان حضرت زید بن دثنہؓ کی محبت وعقیدت پر دنگ رہ گیا، کہنے لگا، لات وعُزّیٰ کی قسم! میں نے ایسا جاں نثار وفدا کار کسی کو نہ دیکھا۔

آخرکار حضرت زید بن دثنہؓ کو مقام تنعیم مکۃ المکرمہ میں شہید کردیا گیا۔

رضی اللہ عنہ

فمنھم من قضیٰ نحبہٗ۔ الآیۃ انھوں نے اپنی مراد پالی۔

لا الٰہ الا اللہ۔

حضرت خُبیب بن عدیؓ:۔

حضرت زید بن دثنہؓ کے تذکرے میں حضرت خُبیب بن عدیؓ کا ذکر آچکا ہے ان کو مشہور مشرک سردار حارث بن عامر کے بیٹوں نے اپنے باپ حارث کے بدلے میں قتل کرنے کے لئے خرید لیا تھا کیونکہ حضرت خُبیبؓ نے جنگ بدر میں حارث بن عامر کو جہنم رسید کیا تھا۔

حضرت خُبیبؓ چند دنوں حارث بن عامر کے گھر قید رہے آخر اُن کے قتل کا فیصلہ کرلیا گیا۔

حضرت خُبیبؓ کو جب یہ معلوم ہوا تو حارث کی بیٹی زینب سے (جو بعد میں مسلمان ہوگئی) اپنے بال ناخن وغیرہ تراشنے کے لئے اُسترہ طلب کیا (تاکہ حضورِ رب میں حاضری سے پہلے ظاہری طہارت وصفائی سے فارغ ہوجائیں) حارث کی بیٹی زینب نے انھیں اُسترہ دے دیا پھر اپنے کام میں مشغول ہوگئی، کچھ دیر بعد زینب نے دیکھا کہ اس کا شیرخوار بچہ حضرت خُبیبؓ کی گود میں بیٹھا ہوا ہے اور اُسترہ حضرت خُبیبؓ کے ہاتھ میں ہے، اس حالت پر زینب کی چیخ نکل گئی، کہنے لگی ہائے میرا بیٹا!

حضرت خُبیبؓ نے نہایت وقار وتحمل سے فرمایا، زینب کیا تجھے اندیشہ ہے کہ میں تیرے بچے کو قتل کردوں گا؟ اللہ کی قسم ایسا کبھی نہ ہوگا ہم مسلمان غداری نہیں کرتے۔ لا الٰہ الا اللہ

زینب کو اطمینان ہوگیا حضرت خُبیبؓ نے بچے کو واپس کردیا۔

زینب مسلمان ہوجانے کے بعد خود کہا کرتی تھیں۔

"میں نے کوئی قیدی خُبیبؓ سے زیادہ سچا نہیں دیکھا، انھوں نے

میرے بچے کو میرے حوالہ کر دیا علاوہ ازیں میں نے اپنے گھر میں
ان کو حالتِ قید میں جبکہ وہ زنجیروں سے کسے ہوئے تھے تازہ تازہ
انگور کے خوشے کھاتے بارہا دیکھا ہے حالانکہ ان دنوں مکۃ المکرّمہ
میں پھل پھول کا نام و نشان بھی نہ تھا، ہر روز یہ تازہ تازہ رزق
ان کو غیب سے مل جایا کرتا تھا۔" اللہ اکبر

بہرحال مشرک سردار حارث بن عامر کے بیٹے اپنے باپ کے انتقام میں حضرت خبیبؓ کو قتل کرنے کے لئے حرم شریف سے باہر مقام تنعیم لے گئے حضرت خبیب نے اِن ظالموں سے کہا مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت دو؟ ظالموں نے اجازت دیدی۔

حضرت خبیبؓ نے دو رکعت اختصار سے پڑھکر ظالموں سے یہ فرمایا:

"میں نے اپنی نماز کو طویل نہیں کیا کہ تمکو یہ گمان ہوگا میں نے موت سے ڈر کر ایسا کیا ہے"۔

پھر دُعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور فریاد کی،

اَللّٰهُمَّ اَحْصِهِمْ عَدَدًا، وَاقْتُلْهُمْ بَدَدًا، وَلَا تُبْقِ مِنْهُمْ اَحَدًا۔

ترجمہ:- اے اللہ! انھیں اپنے احاطۂ عذاب میں لے لے، اور انھیں ایک ایک کرکے مار، ان میں کسی کو بھی نہ چھوڑیئے۔

پھر یہ دو شعر پڑھے:

لَسْتُ اُبَالِیْ حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا ٭ عَلٰی اَیِّ شِقٍّ کَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِیْ

ترجمہ:- مجھکو پروا نہیں جبکہ میں حالتِ اسلام میں مارا جاؤں، خواہ کسی بھی کروٹ پر جان دوں جبکہ میرا مرنا اللہ کے لئے ہے۔

وَذٰلِكَ فِیْ ذَاتِ الْاِلٰهِ وَاِنْ یَّشَاْ ٭ یُبَارِكْ عَلٰٓی اَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعِ

ترجمہ:- اور یہ صرف اللہ کے لئے ہے اگر وہ چاہے تو میرے جسم کے پارہ پارہ کئے جوڑوں پر برکت نازل فرمائے۔

ادھر حضرت خبیبؓ کی مناجات ختم ہوئی، تختۂ دار تیار تھا، سولی دے دی گئی، حضرت خبیبؓ نے جامِ شہادت نوش کرلیا۔

فَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا۔

ملحوظہ:- حضرت خبیب بن عدیؓ نے اپنے قتل سے پہلے دو رکعت نماز ادا کرکے قیامت تک یہ سنّت قائم کردی کہ شہید ہونے والوں کو اپنی سولی یا قتل سے پہلے دو رکعت نماز ادا کرنی چاہیئے۔ لا الٰہ الا اللہ (زرقانی ج ۲ ص ۶۸)

کتب تاریخ میں یہ بھی درج ہے کہ حضرت خبیبؓ کی لاش یکماہ سے زائد عرصہ سولی پر ہی رہی اور تروتازہ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منوّرہ سے حضرت زبیر بن العوامؓ اور حضرت مقدادؓ کو ان کی لاش اُتار لانے کیلئے مکۃ المکرمہ روانہ کیا، یہ دونوں رات دن چلتے چلتے مکۃ المکرّمہ مقام تنعیم پہنچے، رات کا وقت تھا حضرت خبیبؓ کی لاش کے اطراف کئی ایک آدمی حفاظت میں پڑے ہوئے تھے اللہ نے اُن پر غفلت و نیند کا پردہ ڈال دیا۔

حضرت زبیرؓ و حضرت مقدادؓ نے لاش کو سولی سے اُتارا اپنے گھوڑے پر رکھا اور مدینہ منورہ روانہ ہوگئے۔

کچھ دیر بعد ان غافلوں کی آنکھ کھلی، دیکھا کہ لاش موجود نہیں، تیزی سے چوطرف دوڑ پڑے کچھ دور جا پکڑا، حضرت زبیرؓ نے لاش کو زمین پر رکھدیا، زمین اُسی لمحہ پھٹی اور لاش کو نگل گئی۔ لا الٰہ الا اللہ

اسی بنا پر حضرت خبیب بن عدیؓ کو "بَلِیْعُ الْاَرْضِ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ (زمین کا پاکیزہ لقمہ)

بالآخر حضرت زبیرؓ اور حضرت مقدادؓ ظالموں کا مقابلہ کرتے ہوئے مدینہ منوّرہ پہنچ گئے۔ (البدایہ والنہایہ ج ۴ ص ۶۷)

حضرت زید بن حارثہؓ اور سیّدہ اُمّ ایمنؓ :۔

نوعمر زید بن حارثہؓ کا عرب کے معزز قبیلہ بنو کلب سے تعلق تھا، ایک حادثے میں ڈاکوؤں نے انھیں پکڑ لیا تھا پھر طائف کے بازار عکاظ میں انھیں فروخت بھی کر دیا جیسا کہ اُس زمانے کا رواج تھا۔

یہ اپنی عمر کے آٹھویں سال میں تھے مکۃُ المکرّمہ کی معزز خاتون سیّدہ خدیجۃُ الکبریٰ نے انھیں اپنی گھریلو خدمات کے لئے خرید لیا اور جب سیّدہ خدیجۃُ الکبریٰ نے اپنا نکاح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کر لیا تو سیّدہ نے زید بن حارثہؓ کو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیلئے وقف کر دیا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نوعمر زید بن حارثہؓ کے عادات و اطوار بہت پسند آئے، آپؐ نے انھیں اپنا مُنھ بولا بیٹا قرار دے لیا، جیسا کہ اُس زمانے میں رائج تھا۔

جب زید بن حارثہؓ جوان ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بچپن کی خدمت و نگرانی کرنے والی خاتون سیّدہ اُمّ ایمن سے زید بن حارثہؓ کا نکاح کر دیا۔ یہ اُمّ ایمنؓ وہی مقدّس خاتون ہیں جن کا ایک خصوصی واقعہ کتب تاریخ میں نقل ہوتا آرہا ہے۔

یہ ایک مرتبہ سفر کر رہی تھیں، منزل بہت دُور تھی موسم شدید گرم، افطار کا وقت آگیا پانی ساتھ نہ تھا پیاس نے بیقرار کر دیا، اس ناگہانی صورت میں سیّدہ اُمّ ایمن نے اپنے رب کو پُکارا، کچھ ہی دیر نہ لگی آسمان سے پانی بھرا ڈول

اُترتا نظر آیا جو سفید رسّی سے باندھا ہوا تھا، سیّدہ اُمّ ایمنؓ نے اسے اُٹھا لیا اور افطار کر لیا پھر وہ ڈول جس راستہ سے آیا ویسے ہی چلا بھی گیا۔

خود کہا کرتی تھیں کہ اُس آسمانی پانی پینے کے بعد زندگی بھر پیاس نہ لگی۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دن اپنے اصحاب میں سیّدہ اُمّ ایمنؓ کا تذکرہ کیا اور فرمایا :

جو شخص کسی جنتی عورت سے نکاح کرنا چاہے اسکو چاہیئے کہ اُمّ ایمنؓ سے نکاح کرلے، اُس اعلان پر سب سے پہلے آپؐ کے مُنھ بولے بیٹے زید بن حارثہؓ نے اپنی پیش کش کر دی (جبکہ یہ جواں سال اور سیّدہ اُمّ ایمنؓ عمر رسیدہ خاتون تھیں)۔ نکاح ہو گیا پھر یہ وہ مبارک رشتہ ثابت ہوا جس سے اُسامہ بن زیدؓ پیدا ہوئے جو اسلام میں "محبوبِ نبی" کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں۔ (الاصابہ ج ۱ ص ۴۱۶)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفاتِ طیبہ کے بعد سیّدہ اُمّ ایمنؓ آئے دن رو یا کرتی تھیں، ایک دن اِن سے سیّدنا ابو بکر صدّیقؓ اور سیّدنا عمر الفاروقؓ نے کہا اُمّ ایمنؓ تم اسقدر کیوں رویا کرتی ہو؟ جبکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایکدن وفات پانا تھا؟

سیّدہ اُمّ ایمنؓ نے کہا واللہ میں خوب جانتی ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن وفات پانے والے تھے لیکن میں اسلئے روتی ہوں کہ آپؐ کی وفاتِ طیبہ سے آسمانی وحی بند ہو گئی۔

یہ سُنکر دونوں حضرات بھی رو پڑے۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔

سیدہ اُمِّ ایمن رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں موجود تھیں آپؐ جب اِنھیں دیکھتے تو فرطِ محبّت میں کھڑے ہو جاتے اور استقبالیہ کلمات ارشاد فرماتے، اور یہ بھی ارشاد فرمایا کرتے:

"اب یہ ہمارے خاندان کی آخری یادگار رہ گئیں ہیں۔"

(طبقات ابن سعد ص۲۲۶، اصابہ ص۲۱۶)

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور ایک کرامت:۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ شہر طائف سے مکۃ المکرمہ آرہے تھے کرایہ کا خچر ساتھ تھا، مالک خچر بھی ہمراہ تھا جو بعد میں ڈاکو ثابت ہوا، اثنائے راہ ایک ویرانہ پر اپنا خچر کھڑا کر دیا جہاں بہت سارے انسانوں کی بوسیدہ ہڈیاں پڑی ہوئیں تھیں، یہاں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اپنے مال و زر کی پیش کش کی لیکن اس نے ایک نہ مانی، جب وہ قتل کا ارادہ کر ہی چکا تو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اس سے گزارش کی کہ مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت دی جائے؟

ڈاکو نے مسخرے انداز میں کہا ٹھیک ہے پڑھ لو، تم سے پہلے بھی ان سب نے نمازیں پڑھی تھیں لیکن کسی کو بھی انکی نماز نے نہیں بچایا۔

اِدھر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نماز سے فارغ ہوئے، ڈاکو قتل کے لئے آگے بڑھا، اسکو آگے بڑھتا ہوا دیکھکر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے اپنے رب کو پُکارا "یا اَرحَمَ الرَّاحِمِین"۔ اس ندا پر فضا میں ایک آواز گونجی یَا فُلَان لَا تَقتُلہٗ ان کو قتل نہ کرنا۔

ڈاکو اس ناگہانی آواز پر لرز گیا، اِدھر اُدھر دیکھا کچھ نظر نہ آیا، پھر ارادہ کیا، حضرت

زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے وہی کلمہ دُہرایا "یا اَرحَمَ الرَّاحِمِین" فضا سے وہی آواز آئی "لَا تَقتُلہٗ" قتل نہ کرنا۔

ڈاکو خوفزدہ ہو گیا کچھ پیچھے ہٹا، اَب بھی اُس کو کچھ نظر نہ آیا، سنبھل کر آگے بڑھا، حضرت زید رضی اللہ عنہ نے تیسری بار وہی فریاد "یا اَرحَمَ الرَّاحِمِین" بلند کی۔

اچانک ایک سوار نیزہ ہاتھ میں لئے ڈاکو کے قریب پہنچ گیا اور اس پھرتی سے اس کے پیٹ پر مارا کہ نیزہ آر پار ہو گیا، ڈاکو مُردہ ہو کر گر پڑا۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے اللہ کا شکر ادا کیا پھر اُس سوار سے پُوچھا تم کون ہو؟ اللہ تمہیں اجرِ عظیم عطا کرے۔

نووارد نے کہا میں ساتویں آسمان کا فرشتہ ہوں۔ جب آپ نے پہلی دفعہ یَا اَرحَمَ الرَّاحِمِین کہا اُس وقت مجھکو حکم مِلا مَدد کے لئے پہنچو، اور جب آپ نے دُوسری بار یَا اَرحَمَ الرَّاحِمِین کہا اُس وقت میں آسمانِ دُنیا پر تھا، اور جب آپ نے تیسری بار پُکارا میں آپ کے قریب آ پہنچا اور ڈاکو کا کام تمام کر دیا۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ

علامہ سُہیلی رحمہ اللہ نے اس روایت کو اپنی کتاب میں سندِ صحیح کے ساتھ نقل کی ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ یہ واقعہ عہدِ نبوّت ہی میں پیش آیا تھا۔

(روض الانف ج۲ ص۱۷۱، حاشیہ البدایہ والنہایہ ج۴ ص۶۵)

مستدرک حاکم نے ایک روایت نقل کی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک فرشتہ ایسے شخص کیلئے مقرر ہے جو اپنی کسی حاجت و مصیبت کے وقت تین مرتبہ "یا اَرحَمَ الرَّاحِمِین" کہکر اللہ کو پُکارتا ہے ایسے وقت وہ فرشتہ اس پکارنیوالے کو جواب دیتا ہے اَرحَمُ الرَّاحِمِین تیری جانب متوجہ ہو گیا ہے۔

(مستدرک حاکم)

بیرِ مَعُونہ کے ستّر شہید:

بیرؔ کے معنیٰ کنواں اور مَعُونہ گاؤں کا نام ہے (یعنی مَعُونہ کا کنواں)۔ ماہ صفر ۴ھ ہجری میں ایک ہولناک واقعہ پیش آیا، شہر نجد (حجاز) سے ایک شخص عامر بن مالک نامی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منوّرہ آیا، اپنے ساتھ کچھ نذرانہ بھی لے آیا، آپ نے قبول کرنے سے معذرت کی اور ارشاد فرمایا، میں کسی مُشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتا (تا آنکہ وہ مسلمان نہ ہوجائے)۔

پھر اس مشرک نے آپؐ سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ ہمارے قبیلے میں بکثرت آدمی مسلمان ہونے کو تیّار ہیں اگر آپ اسلام کی دعوت و تبلیغ کے لئے اپنے چند اصحاب کو روانہ کریں تو اچھے نتائج کی اُمیّد کی جاتی ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اس پیش کش پر کچھ اطمینان نہ ہوا، آپؐ نے فرمایا مجھکو شہر نجد والوں سے اندیشہ و خطرہ محسوس ہورہا ہے۔

جھوٹے عامر بن مالک نے کہا ایسا ہرگز نہیں میں اسکی ضمانت لیتا ہوں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے ستّر افراد کا انتخاب فرمایا جو قُرّاء (قرآن کے حافظ) کہلاتے تھے پھر اس مشرک کے ہمراہ روانہ کردیا۔

اس مشرک نے پہلی غدّاری تو یہ کی کہ مقام مَعُونہ پر (گاؤں کا نام جو شہر مکۃُ المکرّمہ اور عسفان کے درمیان واقع تھا) قافلہ کے اہم رُکن حضرت حرام بن ملحان کو شہید کردیا ان کے پشت پر ایسا نیزہ مارا کہ آر پار ہوگیا، حضرت حرام بن ملحانؓ گر پڑے اور زُبان سے یہ الفاظ نکلے:

اَللّٰہُ اَکْبَرُ فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ اللہ اکبر، ربِّ کعبہ کی قسم کامیاب ہوگیا۔

پھر اسی خبیث نے بقیہ حضرات کے قتل کا ارادہ کیا اپنی ایک پوشیدہ مسلح جماعت جو کسی گھاٹی میں چھوڑ آیا تھا اشارہ کردیا، ظالموں نے ان بے ہتھیار انسانوں پر دھاوا بول دیا اور سب کو خاک و خون میں رنگ دیا، اسی مقدس قافلہ میں سیّدنا ابو بکر صدیقؓ کے غلام عامر بن فہیرہؓ بھی تھے جب انھیں نیزہ مارا گیا تو ان کی زبان سے بھی یہی الفاظ نکلے۔ فُزْتُ وَرَبِّ الْکَعْبَۃِ ربّ کعبہ کی قسم مُراد پالیا۔

جس مشرک نے حضرت عامر بن فہیرہؓ کو نیزہ مارا تھا اس کا نام جبار بن سلمٰی تھا خود بیان کرتا ہے، میں نے مسلمانوں سے دریافت کیا "مُراد پالیا، کامیاب ہوگیا" کا کیا مطلب ہے؟

مجھ سے کہا گیا، "انھوں نے جنّت پالی"۔ بس میں نے اُسی وقت اسلام قبول کرلیا۔

قرآن حکیم کے اِن ستّر قاریوں نے اپنی شہادت سے پہلے دُعا کی اے اللہ! ہمارا حال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور تمام صحابہ کو پہنچادے اور یہ خوشخبری کہ اللہ ہم سے راضی ہوگیا اور ہم بھی خوش ہیں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسی دن صحابہ کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔
(طبری ج ۳ ص ۳۵)

حافظین قرآن کی یہ مقدّس جماعت مسجد نبوی کے اصحاب صُفّہ کے لئے روزانہ خوراک کا انتظام کیا کرتی تھی یہ حضرات دن میں جنگل سے لکڑیاں چُنتے اور شام کو فروخت کرکے اصحابِ صُفّہ کے لئے طعام کا انتظام کرتے، اور رات کا کچھ حصّہ درس قرآن میں اور کچھ حصّہ قیام لیل و تہجّد میں گزارہ کرتے تھے

ان حضرات کے یہی لیل و نہار تھے۔ رضی اللہ عنہم

ان ستّر شہداء میں حضرت عامر بن فہیرہؓ کی لاش آسمانوں کی طرف اُٹھالی گئی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جب اس کی اطلاع دی گئی آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"فرشتوں نے اُن کی لاش کو علیین میں چھپادیا ہے۔"

(الخصائص الکبریٰ ج ۱، ص ۲۲۲)

ملحوظہ:-

علیین، اہل جنت کی وہ باعظمت آرامگاہ ہے جہاں اللہ کے محبوب وفات یافتہ بندوں کو قیامت کے دن تک عزّت و شان سے مہمان رکھا جاتا ہے تاکہ قیامت کے دن اُن کا حشر یہاں سے ہی ہو۔

مشہور مورخِ اسلام موسیٰ بن عقبہؒ حضرت عروہ بن زُبیرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ شہادت کے بعد حضرت عامر بن فہیرہؓ کی لاش کسی کو نہ ملی۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جب ان ستّر قاریوں کے شہید ہونے کی خبر ملی آپؐ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ تمام عمر شریف میں اتنا صدمہ کبھی نہ ہوا، مسلسل یکماہ آپؐ نے فجر کی نماز میں قنوتِ نازلہ پڑھی اور اُن غدّاروں کے لئے بددُعا کرتے رہے۔

یہ بے نصیب غدّار لوگ قبیلہ عُصیّہ، قبیلہ رِعل، قبیلہ ذکوان کے افراد تھے۔ لعنۃ اللہ علی الکافرین۔

تین نیک خطاکار:-

کعبؓ بن مالکؓ، مُرارہؓ بن ربیعؓ، ہلالؓ بن اُمیہؓ۔

ماہِ رجب ۹ھ ہجری میں رُوم کے بادشاہ ہرقل نے مدینہ منوّرہ پر حملہ کرنے کا اعلان کردیا تھا، اس ناگہانی اعلان پر مسلمانوں میں بے چینی و تشویش پیدا ہوگئی۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی اہل مدینہ کو عام حکم دے دیا کہ مقابلہ کی تیاری شروع کردی جائے اور جلد از جلد رُوم کی سرحد مقام تبوک پہنچ جائیں، موسم سخت گرم، قحط سالی کا زمانہ، عام مسلمانوں میں تنگدستی کا یہ حال تھا کہ روزمرّہ کی غذا تک میسّر نہ تھی، سفر دُور دراز مقام کا (مدینہ منوّرہ سے تقریباً آٹھ سو میل) پھر ہر دس آدمی کے حصے میں سواری کے لئے ایک اُونٹ کا اوسط، دشمن کی تعداد چالیس ہزار مسلح افراد پر مشتمل، ایسے حالات میں مسلمانوں کا کوچ کرنا ایک سخت آزمائش سے کم نہ تھا۔

لیکن اسلام کے یہ سچّے مجاہد عیش دُنیا اور مصائب و آلام سے بے پروا ہو کر مدینہ منوّرہ میں جمع ہوگئے، تعداد تیس ہزار سے اُوپر ہوگئی۔

غزواتِ نبویؐ میں یہ پہلا موقع تھا کہ آپؐ نے مجاہدین کی مالی امداد کے لئے عام اعلان فرمادیا۔

صدّیق اکبرؓ نے اپنا کل مال آپؐ کی خدمت میں پیش کردیا جس کی تعداد چار ہزار درہم سے زائد تھی، اس موقع پر آپؐ نے دریافت فرمایا:

ابُو بکرؓ اپنے گھر کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو؟

صدّیق اکبرؓ نے کہا، "اللہ اور اُس کے رسول کا نام"۔ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

سیّدنا عمر الفاروقؓ نے اپنے گھر کا نصف اثاثہ پیش کیا۔

سیّدنا عثمان غنیؓ نے تین سو اُونٹ مع سامانِ حرب و ضرب اور ایک ہزار اشرفیاں (سونے کا سکّہ) پیش کیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سیّدنا عثمانؓ کے دینار و درہم کو بار بار پلٹتے اور فرماتے اس عمل کے بعد عثمانؓ کو کوئی عمل ضرر نہ پہنچا سکے گا۔

مَا عَلٰی عُثْمَانَ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْیَوْمِ (الحدیث)

پھر ارشاد فرمایا، "اے اللہ! میں عثمانؓ سے راضی ہوں تو بھی راضی ہوجا۔"

(زرقانی ج ۳ ص ۶۴)

صحابہ کرام اور حضرت عثمانؓ کے اس ایثار و قربانی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس سے نور کی کرنیں پھوٹنے لگیں، چہرۂ مُبارک گویا بدر کامل تھا۔

آخر کار تیس ۳۰ ہزار کا یہ اسلامی لشکر تبوک روانہ ہوا یہ اتنی بڑی تعداد تھی کہ شہر مدینہ مردوں سے خالی ہوگیا، سوائے بوڑھے، بچّے یا معذور انسانوں کے چند ایک ہی جوان و تندرست مسلمان پیچھے رہ گئے۔

ان باقی ماندہ وفاداروں میں حضرت کعب بن مالکؓ بھی شامل تھے، یہ خود بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ تبوک میں میری غیر حاضری کسی معقول وجہ سے نہ تھی میں اُن دنوں خوشحالی کے علاوہ تندرست و صحت مند بھی تھا، سفر اور زادِ سفر کا بھی انتظام کرلیا تھا، سواری کے لئے دو ۲ تیز رفتار اونٹنیاں بھی مہیّا تھیں، اسلامی لشکر کوچ کرنے کے بعد میں ہر روز ارادہ کرتا آج نہ سہی کل

نکلوں گا اور قافلہ میں شامل ہوجاؤں گا، اسی "آج کل" کے بے حقیقت عنوان پر بیس ۲۰ دن گزر گئے۔

تبوک سے اطلاعات آنے لگیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لا رہے ہیں رومی لشکر نے مسلمانوں کی پیشقدمی و جرأت مندی سے مرعوب ہوکر حملہ کا ارادہ ترک کردیا ہے۔ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

کعب بن مالکؓ کہتے ہیں کہ مجھکو سخت ندامت و فکر نے گھیر لیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنا کیا عذر پیش کروں ؟ جھوٹا عذر پیش کرکے بیٹھ جاؤں تو ممکن ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ پر میرا حال ظاہر کردیا تو قیامت تک کے لئے میری ذلّت نصیبی ہوجائے گی بہتر یہی ہے کہ سچّی بات ظاہر کردوں چنانچہ میں آپؐ کی تشریف آوری کا انتظار کرنے لگا۔

آپؐ تشریف لائے جیسا کہ آپؐ کی عادتِ شریفہ تھی سفر سے واپسی پر آپؐ اپنے گھر داخل نہ ہوتے تھے بلکہ مسجد نبوی میں تشریف لاتے اور پھر کچھ دیر بعد اپنے مکان تشریف لے جاتے۔

ایسے ہی آپؐ مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے، وہ حضرات جو عمداً سفر جہاد میں شریک نہ ہوئے تھے اپنے اپنے جھوٹے عذر بیان کررہے تھے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کے اعذار کو اللہ علیم و خبیر کے حوالہ کرتے جاتے اس وقت میں بھی حاضر ہوا، آپؐ کو سلام کیا آپؐ نے مجھکو دیکھکر تبسّم فرمایا، ایسا تبسّم جو ناراض آدمی کیا کرتا ہے، میرا دل دھڑکنے لگا، پھر آپؐ نے اپنا چہرہ اقدس پھیر لیا، مجھ سے یہ حالت برداشت نہ ہوسکی، میں بول پڑا، یارسول اللہؐ! اللہ کی قسم میں نہ منافق ہوں نہ دین کے بارے

میں شک وشبہ میں مبتلا ہوں اور نہ میں نے اپنے عقیدے میں تبدیلی کرلی ہے، یارسول اللہؐ آپؐ نے اپنا رُخ کیوں پھیرلیا؟

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پھر جہاد میں کیوں شریک نہ ہوئے؟ کیا تم نے سواری خرید نہ لی تھی؟

میں نے عرض کیا بیشک یارسول اللہؐ! میرے یہاں سفر کے جملہ اسباب مہیا تھے کوئی عُذر بھی نہ تھا، اگر میں کسی اور کے آگے ہوتا تو مجھے یقین ہے کہ میں کوئی ایسا معقول عُذر گھڑ کر اُس کی ناراضی سے محفوظ ہوجاتا کیونکہ مجھکو بات بات بنانے میں مہارت حاصل ہے، لیکن یارسول اللہ! میں آپکے آگے سچ سچ ہی بیان کرنا چاہتا ہوں مجھکو اللہ اور اسکے رسول کی ناراضی کسی بھی صورت برداشت نہیں، یارسول اللہ! صحیح بات یہی ہے کہ جہاد سے غائب رہنے میں میرا کوئی عذر نہ تھا، بس "آج کل" کے وسوسے نے مجھے روک دیا۔

میرا یہ عُذر سنتے ہی آپؐ نے ارشاد فرمایا:

اَمَّا هٰذَا فَقَدْ صَدَقَ فَقُمْ حَتّٰى يَقْضِىَ اللّٰهُ فِيْكَ. (الحدیث)

تم نے سچی بات کہدی اب جاؤ اللہ کے فیصلے کا انتظار کرو۔

کعب بن مالکؓ کہتے ہیں میں مجلس مُبارک سے اُٹھ آیا، قبیلہ بنو سلمہ کے چند آدمی میرے پیچھے پڑ گئے کہنے لگے کعبؓ تم نے یہ کیا غلطی کردی ایسے وقت کوئی عذر پیش کردیتے جیساکہ دوسرے لوگ پیش کرکے چلے گئے تم تو بہت عقلمند آدمی تھے۔

پھر یہ لوگ بار بار ملامت کرتے رہے یہاں تک کہ میرے دل میں یہ وسوسہ آیا کہ لوٹ کر اپنا اقرار واپس لے لوں، لیکن اللہ کی توفیق نے مجھے بچالیا، دل نے کہا ایک گناہ کے بجائے دو گناہ کرلوں، ایک جہاد میں شریک نہ ہونے کا دوسرا

جھوٹ بولنے کا، پھر میں اس شیطانی وسوسہ سے دُور ہوگیا۔

بعد میں چند حضرات سے معلوم کیا کیا کوئی دوسرے نے بھی میری طرح اعترافِ جُرم کیا ہے؟

کہا گیا ہاں! دو آدمی اور ہیں جنھوں نے تمہاری طرح اعترافِ جُرم کیا ہے اُن کو بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وہی جواب دیا جو تمکو دیا ہے وہ دونوں مُرارہؓ بن ربیعؓ، ہلالؓ بن اُمیہؓ ہیں۔

کعب بن مالکؓ کہتے ہیں جب میں نے ان دونوں بزرگوں کا نام سُنا جو غزوۂ بدر کے مجاہدین میں شامل تھے، میرا غم کچھ ہلکا ہوا اور یہ خیال آیا بس میرے لئے ان دو بزرگوں کا عمل قابلِ تقلید ہے ان کا جو انجام ہوگا وہ میرا بھی ہوگا۔ اس کے بعد میں اپنے گھر آیا میرے جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں میں اعلان کروادیا کہ ان تینوں کعب بن مالکؓ، مُرارہؓ بن ربیعؓ ہلالؓ بن اُمیہؓ سے سلام کلام، لین دین، ملنا جُلنا کامل طور پر بند کردیا جائے، چنانچہ مدینہ منوّرہ میں ہمارا مکمّل بائیکاٹ ہوگیا۔

اللہ کی قسم! اس اعلان سے ہم تینوں پر جو گذری اُس کا اندازہ کوئی چوتھا آدمی نہیں لگاسکتا، میرے دونوں ساتھی جو عمر رسیدہ تھے اس درجہ متاثر ہوئے کہ انھوں نے باہر نکلنا ہی چھوڑدیا، دن رات اپنے گھر میں روتے پڑے رہے، میں چونکہ جوان تندرست آدمی تھا نمازوں کے وقت مسجد نبویؐ حاضر ہوتا، نماز سے فارغ ہوکر کسی کو سلام کرتا تو نہ کوئی جواب دیتا نہ ہی بات کرتا۔

مسند عبدالرزاق کی روایت میں یہ اضافہ ہے اُسی وقت ہماری دُنیا یکلخت بدل گئی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ نہ وہ لوگ ہیں جو پہلے تھے اور نہ وہ ہمارے

باغات و مکانات ہیں جو پہلے تھے سب کے سب اجنبی نظر آرہے تھے لیکن مجھکو سب سے زیادہ یہ فکر ستا رہی تھی کہ اگر میں اسی حال میں فوت ہوگیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرے جنازے کی نماز نہیں پڑھائینگے پھر میں خدا کے حضور مجرم کھڑا کیا جاؤں گا۔

یا اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خدانخواستہ وفات پاجائیں تو زندگی بھر اسی طرح ذلیل وخوار پھرتا رہوں گا، میری معافی کی کوئی صورت نہ ہوگی، اس فکر نے مجھے رات دن رُلا رکھا تھا، اللہ کی کشادہ زمین مجھ پر تنگ ہوگئی تمام مسلمانوں نے منہ پھیر لیا، ہر روز باہر نکلتا، بازار جاتا، نمازوں میں شریک ہوتا، ہر ایک کے قریب جاتا نہ کوئی سلام کرتا نہ جواب دیتا، ہر شخص دُور ہوجاتا اور تو اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھکر اپنا رُخ انور پھیر لیتے، یہ صورت مجھ پر بجلی گرنے سے زیادہ بھاری پڑتی تھی، میں دن رات روتا پھرتا، نجات کی کوئی صورت نظر نہ آتی۔

انہی ایّام میں اپنے چچازاد بھائی ابُوقتادہؓ کے پاس زبردستی پہنچ گیا جو میرا عزیز دوست بھی تھا میں نے نہایت بے بسی سے سلام کیا، اس نے جواب نہ دیا میرا دل بھر آیا، بھرّائی آواز میں پُوچھا، ابُوقتادہؓ! کیا تم نہیں جانتے میں اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت رکھتا ہوں؟ اس پر بھی ابوقتادہؓ نے کوئی جواب نہ دیا، میں نے دوبارہ سہ بارہ یہی سوال کیا، انھوں نے صرف یہ کہکر مجھکو اور رُلایا،

اللہ اور اس کا رسولؐ ہی خوب جانتے ہیں۔

حضرت کعب بن مالکؓ کہتے ہیں، میں اسی بے بسی وتنہائی میں بازار

سے گزر رہا تھا ملک شام کا ایک شخص جو تجارت کے لئے مدینہ طیّبہ آیا کرتا تھا عام لوگوں سے دریافت کر رہا تھا، تم میں کعب بن مالکؓ کون ہے؟ کچھ لوگوں نے صرف اشارے سے میری جانب ہاتھ بڑھائے۔ وہ میرے پاس آیا اور ایک بند خط حوالہ کیا جس پر مُلک غسّان کے بادشاہ کی مہر ثبت تھی، میں نے اس کو کھولا یہ عبارت درج ملی۔

> ہم کو یہ خبر ملی ہے کہ آپ کے نبی نے آپ پر سخت ظلم کر رکھا ہے حالانکہ اللہ نے آپ کو ایسا ذلیل وتنگ حال آدمی نہیں بنایا۔ آپ ہمارے ملک آجائیں ہم آپکے شایانِ شان استقبال کریں گے۔

کعب بن مالکؓ کہتے ہیں جب میں نے یہ خط پڑھا تو میرے دل نے کہا لو یہ ایک اور مصیبت و آزمائش آپڑی۔ میں نے کسی پاس ولحاظ کئے بغیر قریب کے تنور میں (جو آگ سے بھرا ہوا تھا) خط ڈال دیا۔ اور اُس خط دینے والے سے کہا، یہ اس خط کا جواب ہے۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ

اسی حالت پر چالیس ۴۰ دن گزر گئے۔

ایک دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قاصد حضرت خزیمہ بن ثابتؓ میرے گھر آئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ پیام دے گئے۔

"اے کعبؓ آج سے تم اپنی بیوی سے بھی علیحدگی اختیار کرلو"

میں نے پُوچھا، کیا میں اس کو طلاق دے دوں؟ قاصد نے کہا نہیں عملاً ان سے دُور رہو۔

کعب بن مالکؓ کہتے ہیں اسی طرح کا حکم میرے دونوں ساتھیوں کے

پاس بھی پہنچا، میں نے تو اپنی بیوی سے کہا تم اپنے ماں باپ کے گھر چلی جاؤ وہاں ہی رہو جب تک اللہ کا فیصلہ نہ آجائے۔

میرے پہلے ساتھی ہلال ابن اُمیہؓ کی بیوی سیّدہ خولہ بنت عاصمؓ قاصد کا یہ پیام سُنکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یارسول اللہ ہلال بن اُمیہؓ بوڑھے کمزور آدمی ہیں اور بینائی بھی بہت کم ہے ان کے ہاں کوئی خادم بھی نہیں جو اُن کی ضروری خدمت انجام دے، یارسول اللہ! اگر آپ اجازت دیں تو میں ان کی ضروری خدمت انجام دیدیا کروں؟ آپ نے اس شرط پر اجازت دیدی کہ شوہر سے نہ بات کرینگی اور نہ قریب ہوں گی، کہا یارسول اللہؐ! ان میں تو حرکت بھی باقی نہ رہی انکا تو سوائے رونے اور کوئی کام نہیں۔

کعبؓ کہتے ہیں میرے دوسرے ساتھی مُرارہ بن ربیعؓ اپنی خطا پر اسقدر غمزدہ تھے کہ انھوں نے کھانا پینا، سونا تک چھوڑدیا، دن رات روتے پڑے رہتے، گھر سے باہر نکلنا بھی بند کردیا۔

کعب بن مالکؓ یہ بھی کہتے ہیں کہ میرے بعض اہل خاندان نے مجھکو مشورہ دیا کہ تم بھی اپنی بیوی کی خدمت کے لئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے لو جیسا کہ ہلال بن اُمیہؓ کی بیوی نے اجازت لے لی ہے؟ ان حضرات کو میں نے جواب دیا ایسا ہرگز نہیں ہوگا کیا معلوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت دیں یا نہ دیں؟ ویسے بھی تو میں جوان صحت مند آدمی ہوں مجھکو خدمت وغیرہ کی چنداں ضرورت نہیں۔

چنانچہ بیوی سے علیٰحدگی پر دس۱۰ دن اور گزر گئے اسی طرح پوری

مدّت پچاس۵۰ دن ہوگئی، مجھ پر اپنی عرصۂ حیات تنگ تر ہوگئی اور زمین بھی تنگ ہوگئی کہیں بھی قرار نہ پایا جیسا کہ قرآن حکیم نے بیان کیا ہے، سورۂ توبہ آیت ۱۱۸۔

یہ تو ہم تینوں خطاکار ساتھیوں کا حشر تھا ہمارے مزید سات۷ اور مخلص دوست بھی تھے جنھوں نے سُستی و کاہلی کی بنا پر اس جہاد میں شرکت نہ کی تھی لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کے مدینہ منوّرہ واپس آنے پر انھوں نے اپنے اعذار وغیرہ کا اظہار کردیا تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو بھی وہی جواب دیا تھا جو مجھکو اور میرے دونوں ساتھیوں کو دیا تھا ان سات خطاکاروں میں چار حضرات نے اپنے آپ کو مسجد نبویؐ کے ستونوں سے باندھ لیا اور یہ عہد کرلیا تھا کہ جب تک ہماری توبہ قبول نہ ہوگی ہم اسی طرح بندھے رہیں گے یا اسی حالت پر فوت ہوجائیں گے، کھانا پینا بھی ترک کردیا، نمازوں کے وقت وضو طہارت کے لئے آزاد ہوجاتے پھر ستونوں سے اپنے آپکو باندھ لیتے، بھوک پیاس کی شدّت سے بعض چکراکر گرپڑتے پھر سنبھل بھی جاتے۔

انھوں نے یہ مشقت ازخود اختیار کرلی تھی اور یہ بھی طے کرلیا تھا کہ جبتک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں مسجد کے ستونوں سے کھولیں گے نہیں ہم بندھے رہیں گے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب یہ سُنا تو فرمایا میں بھی انھیں نہیں کھولوں گا جب تک رب العالمین مجھے اجازت نہ دیں۔

چنانچہ چند دنوں بعد ان کی توبہ نازل ہوئی اور انھیں معاف کردیا گیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اِن کے بندھن کھولدیئے اور انھیں مبارکباد دی۔

کتاب اسباب النزول میں امام سیوطیؒ نے اِن چاروں کے یہ نام لکھے ہیں۔ ابولبابہؓ، مرداسؓ، اوسؓ بن خدامؓ، ثعلبہؓ بن ودیعہؓ۔
رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ۔

سورۂ توبہ آیت ۱۰۲ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا (الآیۃ) میں انہی چار حضرات کا تذکرہ ہے۔

ترجمہ:۔ اور کچھ اور لوگ ہیں جنھوں نے اپنی خطاؤں کا اعتراف کرلیا جنھوں نے ملے جلے (اچھے برے) عمل کرلئے تھے سو اللہ سے اُمّید ہے کہ ان کے حال پر رحم فرمائیں، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

الغرض حضرت کعب بن مالکؓ کہتے ہیں ہماری مصیبت دراز ہوگئی ہمارے بائیکاٹ کے پچاس۵۰ دن پورے ہوگئے، پچاسویں۵۰ دن فجر کی نماز پڑھکر اپنے گھر کی چھت پر غمگین بیٹھا ہوا تھا، قریب کی پہاڑی کوہ سلع سے کسی کی آواز سُنی، بلند آواز سے کہہ رہا تھا۔

"اے کعبؓ تمکو بشارت ہو اللہ نے تمہاری توبہ قبول کرلی ہے"۔

یہ آواز دینے والے حضرت ابوبکر صدّیقؓ تھے۔ میں نے آواز پہچان لی اُسی وقت سجدہ میں گر پڑا اور فرطِ مسرّت میں رو پڑا مجھکو یقین ہوگیا کہ میں معاف کردیا گیا ہوں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نمازِ فجر کے بعد اپنے اصحاب کو کعب بن مالکؓ اور اُن کے دونوں ساتھیوں کی توبہ قبول ہونے کی خوشخبری دے رہے تھے۔ کچھ ہی دیر نہ ہوئی ہر طرف سے لوگ ہمکو مبارکباد دینے کے لئے دوڑ پڑے۔ میں مسجد نبوی آیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، آپؐ کا چہرۂ اقدس

خوشی و مسرّت میں چاند کی طرح دمک رہا تھا۔
ارشاد فرمایا، "اے کعبؓ آج تمہاری زندگی کا سب سے بہترین دن ہے"۔
میں نے عرض کیا یا رسول اللہ سچ بولنے کی وجہ سے اللہ نے مجھے نجات دی اب میں عہد کرتا ہوں کہ زندگی بھر کبھی جھوٹ نہ بولوں گا۔

ان تین۳ سچے خطاکاروں (کعبؓ بن مالکؓ، مرارہؓ بن ربیعؓ، ہلالؓ بن امیہؓ) کی قبول توبہ کا ذکر وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا الخ الآیۃ، سورۂ توبہ آیت نمبر ۱۱۸ میں موجود ہے۔

ترجمہ:۔ اللہ نے ان تینوں کے حال پر بھی رحم فرمادیا جن کا معاملہ ملتوی کردیا گیا تھا یہاں تک کہ ان کی مصیبت اس حد تک پہنچ گئی کہ زمین باوجود اپنی کشادگی و فراخی اِن پر تنگ ہوگئی اور وہ خود اپنی زندگی سے بھی تنگ آچکے اور انھوں نے یقین کرلیا کہ اب نجات صرف اللہ ہی کے فیصلہ پر ہے پھر اللہ نے اُن کے حال پر رحم فرمادیا تاکہ وہ بھی توبہ کرتے رہیں، بیشک اللہ توبہ قبول کرنیوالا بڑا مہربان ہے۔ (بخاری ج ۲ ص ۶۳۴)

تین۳ سچّے وفادار:۔

سعدؓ بن معاذؓ، مقدادؓ بن اسودؓ، عُبیدہؓ بن الحارثؓ،
ہجرتِ مدینہ کے دوسرے سال ماہ رمضان سنہ ۲ ہجری مطابق ۱۱ مارچ سنہ ۶۲۴ء جنگ بدر کا واقعہ پیش آیا، نبیوں کا خواب بھی وحی الٰہی کا ایک حصّہ ہوا کرتا ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں مشرکین کے

دو قافلوں میں سے ایک قافلہ پر غلبہ و تسلط دکھایا گیا اور آپ کو یہ بھی اختیار دے دیا گیا کہ جس قافلے کو چاہیں حاصل کر لیں۔

اِن دنوں مکۃ المکرّمہ کے مشرکین نے مسلمانوں کے جان و مال، زمین و مکان پر ہر سمت سے دھاوا بول رکھا تھا، لوٹ مار، غارت گری کا بازار گرم تھا، کوئی بھی مسلم قافلہ قریشِ مکّہ کی ظلم و زیادتی سے محفوظ نہ تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں بتلائے گئے وہ دولوں قافلے یہ تھے۔

(۱) مُشرک سردار ابُوسفیان کا تجارتی قافلہ جو ملک شام سے براہِ مدینہ منورہ مکّۃ المکرّمہ جانے والا تھا۔

(۲) کفّارِ مکّہ کا وہ فوجی دستہ جو ابُوسفیان کے تجارتی قافلے کی حفاظت کے لئے مکّۃ المکرّمہ سے روانہ ہونے والا تھا جس میں کفّارِ مکّہ کے تمام نامی گرامی سردار سامانِ حرب و ضرب سے لیس تھے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے اس خواب کا تذکرہ فرمایا اور مشورہ چاہا کہ کس قافلہ کو حاصل کیا جائے؟ بعض صحابہ نے پہلے قافلہ پر قبضہ کرنے کا مشورہ دیا اور دیگر بعض نے دوسرے قافلہ کا۔ آخر کار یہی بات طے پائی کہ تجارتی قافلہ حاصل کر لیا جائے۔

اس مہم کو سَر کرنے سے پہلے ایک چھوٹا سا واقعہ پیش آیا، مدینہ منوّرہ کے رئیس حضرت سعد بن معاذؓ عمرہ ادا کرنے مکّۃ المکرّمہ پہنچے جہاں وہ مشہور مشرک سردار اُمیہ بن خلف کے مہمان ہوئے جو حالتِ کفر میں انکا دوست تھا، حضرت سعدؓ بیتُ اللہ کا طواف کر رہے تھے ابوجہل نے انھیں دھمکی دی۔

" اے سعدؓ تم نے ہمارے دین کا انکار کرنیوالوں (مہاجرینؓ)

کو مدینہ منوّرہ میں پناہ دی اوران کی اعانت کی، اگر تم میرے دوست اُمیّہ بن خلف کے مہمان نہ ہوتے تو یہاں سے زندہ واپس نہ ہوتے"۔

حضرت سعد بن معاذؓ نے نہایت پُراعتمادی سے جواب دیا۔

"ابُوجہل! اللہ کی قسم، اگر تم نے مسلمانوں کو بیتُ اللہ کے طواف سے روک دیا تو، ہم تمکو اُس چیز سے روک دیں گے جو تمہارے لئے اس سے کہیں زیادہ شدید ہے، یعنی ملک شام سے تمہارے تجارتی قافلے براہ مدینہ منورہ روک دینگے۔ (اُسوقت اہلِ مکّہ کی تجارتی راہ صرف مدینہ منوّرہ تھی۔)

حضرت سعدؓ کی اس جرأت و بے باکی پر ابوجہل حیران رہ گیا، پھر حضرت سعدؓ عمرہ کر کے مدینہ واپس ہو گئے۔

الغرض صحابہ کے مشورے پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کے تجارتی قافلہ لینے کیلئے کوچ کیا، ہمراہ تین سو تیرہ اصحاب تھے جو سامانِ حرب و ضرب سے خالی صرف ضروری اسباب ساتھ تھا۔

تجارتی قافلہ کے سردار ابُوسفیان کو کسی طرح معلوم ہو گیا کہ مدینہ منوّرہ سے مسلمان قافلہ پر حملہ کرنے نکل چکے ہیں، ابوسفیان نے نہایت عجلت سے کام لیا اور مکّۃُ المکرمہ کے سرداروں کو اس خطرے سے مطلع کر دیا، اور خود عام راستہ بدل کر ساحلِ سمندر سے ہوتا ہوا مکّۃُ المکرّمہ روانہ ہو گیا۔

مکّۃُ المکرّمہ کے مشرکین کو مسلمانوں کے اس غیر متوقع اقدام نے برہم کر دیا جوشِ انتقام میں سب پاگل ہو گئے، ابُوسفیان کے تجارتی قافلہ کو بچانے

اور مسلمانوں کی سرکوبی کرنے کے لئے قبیلے کے ہر ہر سردار نے اپنی خدمات پیش کیں، ایک ہزار کا زبردست مسلح لشکر تیار ہو گیا، سامانِ حرب وضرب بے پناہ تھا، سات سو جنگی لباس، ستر گھوڑے، بے شمار اُونٹ، اور اقدامی و دفاعی سامان سے لیس ہو کر جمع ہو گئے۔

مقصد یہ تھا کہ اپنے تجارتی قافلہ کو بچالیں اور مسلمانوں کے قافلے کو نیست و نابود کر دیں تاکہ آئندہ اُن کی طاقت اُبھرنے نہ پائے۔

اس عرصے میں مسلمانوں کا قافلہ مقام بدر کے قریب پہنچ گیا، یہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا کہ ابو سفیان کا قافلہ کسی بھی وقت بدر پہنچنے والا ہے اور یہ بھی اطلاع ملی کہ مکۃ المکرمہ سے قریش کا زبردست لشکر مسلمانوں سے مقابلہ کرنے بدر کی جانب رواں دواں ہے۔ لا الٰہ الا اللہ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس وقت صحابہؓ سے پھر مشورہ کیا، فرمایا:

"دشمن ہمارے سر پر ہے اور تجارتی قافلہ بھی قریب ہے
بتاؤ کیا چاہتے ہو؟ دشمن سے جنگ کرکے حق و باطل کا فیصلہ؟
یا بغیر لڑے تجارتی قافلہ پر قبضہ؟"

بعض صحابہ نے جنگ کو پسند نہیں کیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ہم جنگ کرنے کیلئے مدینہ سے نہیں چلے تھے، بے سروسامان بھی ہیں، بہتر ہے کہ تجارتی قافلہ پر قبضہ کرکے واپس ہو جائیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ کمزور رائے پسند نہ آئی۔

ارشاد فرمایا، قافلہ کا ذکر چھوڑو اب اس قوم (مشرکین مکہ کی فوج) کے رہ دو جو تمہارے مقابلہ کے لئے چل پڑی ہے۔ بعض دیگر اصحاب

نے جب دوبارہ یہی عذر پیش کیا تو آپؐ نے پھر پہلی بات دُہرادی، تب بعض جلیل القدر صحابہؓ نے سمجھ لیا کہ آپؐ کی مرضیٔ مبارک حق و باطل کی جنگ سے وابستہ ہے نہ کہ تجارتی قافلہ سے۔

حضرت مقداد بن اسودؓ کھڑے ہو گئے اور نہایت حوصلہ مندی سے کہنا شروع کیا۔

"یا رسول اللہ ہم جنگ کے لئے ہر طرح تیار ہیں بس آپؐ اپنا حکم جاری فرمادیں اللہ نے آپکو جس امر کا حکم دیا ہے اس کو انجام دیجئے ہم سب آپؐ کے ساتھ ہیں۔ اللہ کی قسم ہم قوم بنی اسرائیل کی طرح یہ ہرگز نہیں کہیں گے، "اے موسیٰ تم اور تمہارا رب جاکر لڑے ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے"۔ یا رسول اللہ ہم قوم بنی اسرائیل کے برخلاف یہ کہتے ہیں ہم آپؐ کے ساتھ جہاد کریں گے، آپؐ کے دائیں بائیں، آگے پیچھے ہر چار سمت سے دشمن کا مقابلہ کریں گے۔"

راوی حدیث حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں، حضرت مقداد بن اسودؓ کی اس ولولہ خیزی و فداکاری سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ اقدس خوشی و مسرت سے دمک اُٹھا۔ (بخاری ج ۲ ص ۵۹۴، غزوۂ بدر)

صحابہ کرام کی اس اطاعت شعاری و جاں نثاری کے باوجود آپؐ نے پھر تیسری بار یہی کلمات دُہرائے۔

انصاریوں کے سردار حضرت سعد بن معاذؓ کھڑے ہوئے اور عرض کیا:

یا رسول اللہ! شاید آپ کا روئے سخن انصاریوں کی جانب ہے؟ آپؐ نے

ارشاد فرمایا، ہاں!

حضرت سعد بن معاذؓ اس طرح گویا ہوئے جو قیامت تک تاریخ وفاداری کا سرمایہ رہے گا۔

"یارسول اللہ! ہم آپؐ پر ایمان لائے، آپؐ کی تصدیق کی اور اس بات کی گواہی دی کہ آپ جسقدر تعلیمات لائے ہیں وہی حق و سچ ہیں۔ اس کے علاوہ ہم اطاعت و جانثاری کے پختہ عہد و پیمان آپ کو دے چکے ہیں۔

یارسول اللہ! آپ مدینہ طیبّہ سے کسی اور ارادے کے تحت نکلے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے دوسری صورت پیدا فرمادی ہے، آپکا جو منشاء ہو پورا کیجئے، جس سے چاہیں تعلقات قائم کردیجئے اور جس سے چاہیں تعلق قطع کردیں اور جس سے چاہیں صلح کا معاملہ طے کریں ہمارے اموال سے آپ جسقدر چاہیں لے لیں اور جسقدر چاہیں ہمکو عطا کریں۔

یارسول اللہ! مال کا وہ حصّہ جو آپؐ ہم سے لیں گے وہ ہمیں اس حصّے سے زیادہ محبوب و پسندیدہ ہوگا جو ہمارے لئے آپؐ چھوڑ دیں گے۔

یارسول اللہ! اگر آپؐ ہمیں برک الغماد (دُور دراز مقام کا نام) تک چلنے کا حکم دیں تو ہم آپؐ کے ساتھ ضرور جائیں گے، قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپؐ کو حق دیکر بھیجا ہے اگر آپؐ ہمکو سمندر میں کود پڑنے کا حکم دیں، ہم اسی وقت کود پڑیں گے

ہم میں کا ایک شخص بھی پیچھے نہ ہوگا، یارسول اللہ! ہمارے دل دشمنوں سے مقابلہ کے لئے تنگ نہ ہوں گے۔

یارسول اللہ! ہم لڑائی کے وقت صبر کرنے والے اور مقابلہ کے دن سچّے ثابت ہوں گے، اللہ سے اُمّید ہے کہ وہ ہم سے آپؐ کو وہ چیز دکھائے گا جس کو دیکھکر آپؐ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی دل خوش ہوگا۔ یارسول اللہ! بس آپؐ اللہ کے نام پر ہمیں لے چلیں۔ (زرقانی ج ۱ ص ۴۱۳)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم اپنے اصحاب کے یہ فداکارانہ پُرعزائم جوابات سُنکر بیحد مسرُور ہوئے اور ارشاد فرمایا:

اللہ کے نام پر چلو تمکو بشارت ہے اللہ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے مشرکینِ مکّہ کی فوج یا ابُوسفیان کا تجارتی قافلہ دونوں جماعتوں میں سے کسی ایک پر ضرور فتح دے گا۔ اور مجھکو کافروں کی مقتل (قتل گاہیں) دِکھائی گئیں ہیں کہ فلاں کافر فلاں جگہ اور فلاں، فلاں جگہ مارا جائے گا۔

پھر آپؐ نے میدانِ بدر پہنچکر اُن مقامات کی نشاندہی فرمادی جہاں آپؐ کو کافروں کے مقتل (قتل کی جگہیں) بتائے گئے تھے۔ (صحیح مسلم)

مہاجرین و انصار سے آپؐ نے جو مشورہ لیا تھا اس کا تذکرہ قرآن حکیم کی آیات ذیل میں اس طرح موجود ہے۔

كَمَآ اَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ۔ الخ (سورۃ انفال آیت ۵ تا ۸)

ترجمہ:- جیسا کہ آپ کے ربنے آپکو آپکے گھر (اور بستی سے) مصلحت کے ساتھ (بدر کی طرف) روانہ کیا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس کو

گراں (بھاری) سمجھتی تھی (اور) وہ اس مصلحت (کے کام) میں بعد اسکے
کہ اسکا ظہور ہوگیا تھا (اپنے بچاؤ کیلئے) آپ سے (بطور مشورہ) اسطرح جھگڑ رہے
تھے کہ گویا ان کو موت کیطرف ہانکے لیا جاتا ہے اور وہ دیکھ رہے ہیں۔ اور تم
لوگ اُسوقت کو یاد کرو جبکہ اللہ تعالیٰ نے تم سے اُن دو جماعتوں میں سے ایک جماعت کا
وعدہ کیا تھا کہ وہ تمہارے ہاتھ آجائیگی اور تم اس تمنا میں تھے کہ غیر مسلّح جماعت
(تجارتی قافلہ) تمہارے ہاتھ آجائے اور اللہ کو یہ منظور تھا کہ اپنے احکام سے حق کا
حق ہونا (عملاً) ثابت کردے اور ان کافروں کی بنیاد (قوت) کو قطع کردے،
تاکہ حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا (عملاً) ثابت کردے گو یہ مجرم لوگ
ناپسند ہی کریں۔

حضرت عُبیدہ بن الحارثؓ جنگِ بدر میں نہایت پُراعتمادی اور دلیری
سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حفاظت میں مشغول تھے دشمن کے ہر حملہ کو
ناکام بنا رہے تھے، صبح سے شام ہوگئی آپؐ کی حفاظت کو نہ چھوڑا، آخر ایک مشرک
کے اچانک اور غیر متوقع حملہ سے انکا ایک پیر جُدا ہوگیا اور یہ گر پڑے، رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے انکو زخمیوں میں ٹھیرا دیا، جنگ کے اختتام پر جب انھیں اسی
زخمی حالت میں مدینہ طیبہ لیجایا جا رہا تھا درمیان راہ مقام صفراء میں وفات پائی
اور اُسی جگہ سُپردِ خاک بھی کردیئے گئے۔ رضی اللہ عنہ

اس حادثے کے کچھ دنوں کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سفر اس
راہ سے ہو رہا تھا آپؐ نے کچھ دیر ایک جگہ استراحت فرمائی، صحابہ کرامؓ نے آپؐ سے
عرض کیا یا رسول اللہ! یہاں مُشک کی بے پناہ خوشبو مہک رہی ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا، کیا
تعجب ہے یہاں عُبیدہ بن الحارثؓ کی قبر ہے۔ لا اِلٰہ اِلّا اللہ (اصابہ ج ۱ ص ۴۲۵)

حدیثُ الکِفل :۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل میں ایک شخص گزرا ہے جسکا
نام کِفل تھا، اس کا ایک واقعہ حدیث کی کتابوں میں نقل ہوتا آرہا ہے، اس
واقعہ کو "حدیثُ الکِفل" کہا جاتا ہے۔ (کفل کا واقعہ) اسی نام سے یہ حدیث
مشہور ہے۔

اس واقعہ کے راوی حضرت عبدُاللہ بن عمرؓ ہیں وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وسلم سے نقل کرتے ہیں اور یہ بھی فرماتے ہیں میں نے یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے دو چار سات مرتبہ نہیں بلکہ اس سے کہیں زائد بار سُنا ہے۔
آپؐ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ قوم بنی اسرائیل میں ایک شخص کفل نامی گزرا
ہے یہ ایسا مُجرم صفت انسان تھا کہ کوئی گناہ اس سے نہیں چھوٹا، چھوٹے
بڑے ہر قسم کے گناہ کرلیا کرتا تھا ایسے ہی وہ اپنی خبیث عادت کے تحت ایک
دن ایک بے گناہ مجبور عورت کے پاس آیا جو اپنی غربت وافلاس کی وجہ سے
مع اپنے چھوٹے بچوں فقر وفاقہ میں مُبتلا تھی، کفل نے اس کی مجبوری سے
فائدہ اٹھایا اور اس مسکین عورت سے ایک رات کا معاوضہ ساٹھ دینار (اشرفی)
دیکر طے کرلیا۔ (اشرفی سونے کا سکّہ ہوا کرتا ہے)

پھر مقررہ وقت پر اس کے گھر آیا اور بدکاری کا ارادہ کرنا ہی چاہا تھا کہ
عورت کانپنے اور رونے لگی، کفل کو غصّہ آیا اور تعجّب بھی ہوا کہ راضی مرضی
سے معاملہ طے ہوا پھر یہ رونا چلانا کیسا؟

پُوچھا کیا بات ہے؟ کیا میں نے زبردستی یہ معاملہ کیا ہے؟ اور کیا

میں نے تجھے اُجرت نہیں دی ہے؟

پاکباز عورت نے کہا، ایسا کچھ بھی نہیں لیکن آج ایسے عمل سے سابقہ پڑ رہا ہے جس کو میں نے زندگی بھر کبھی نہیں کیا ہے۔

عورت کے جواب سے کفل کو ایک دھکّا لگا، پوچھا تو پھر تو نے مجھ سے ایسا معاملہ کیوں کیا؟

کہنے لگی، بھوک پیاس نے مجھے یہاں تک کھینچ لیا ہے۔

کفل کو ایک اور دھکّا لگا، کہنے لگا تیری مجبوری و بے بسی نے تجھکو اس منزل تک پہنچا دیا؟

یکدم کھڑا ہوا، کہا: دینار اپنی ضرورت میں صرف کرلے، اب مجھکو تیری ضرورت نہیں۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

گھر واپس ہوا دل رونے لگا، عورت کی بے بسی اور خدا ترسی سے دل پھٹا جا رہا تھا، سچی توبہ کی، پکّا عہد کیا کہ آئندہ کوئی گناہ نہ کرے گا۔

اپنی بے حیائی، بے باکی، بدعملی پر رات بھر غم و دُکھ میں اپنا سَر پٹک پٹک کر اللہ سے معافی طلب کی، آخر شدّتِ غم کو برداشت نہ کر سکا صبح ہونے سے پہلے پہلے انتقال کرگیا۔ اللہ اکبر

اس زمانے کے نبی صبح کے وقت اس کے گھر سے گزر رہے تھے دیکھا کہ گھر کے دروازے پر نورانی حروف میں یہ عبارت کندہ ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ قَدْ غَفَرَ لِلْکِفْلِ۔

اللہ نے کفل کی مغفرت فرمادی۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ (ترمذی ج ۲ ص ۷۶)

حضرت ابُو احمدؓ بن جحش رضؓ

مکّۃ المکرّمہ سے ہجرت کرتے وقت مسلمانوں نے اپنی زمینات، باغات اور دیگر ساز و سامان چھوڑ دیا تھا حتیٰ کہ ضروری اثاثہ بھی ساتھ نہ رکھا، مدینۂ طیّبہ روانہ ہوگئے۔ اور یہ سب کچھ صرف اپنے ایمان و اسلام کی بقا و تحفظ کی خاطر تھا تاکہ اللہ کی وسیع زمین پر اپنے ایمان پر قائم رہیں اور اسلام کی ترویج و اشاعت میں اپنی بقیہ زندگی صَرف کردیں۔

مسلمانوں کے مکّۃ المکرّمہ سے نکل جانے کے بعد ان کی ساری املاک و جائیداد مشرکینِ مکّہ نے ہڑپ کرلیں جس کے ہاتھ جو آیا قبضہ کرلیا، پھر جب ۸ھ ہجری میں مکّۃ المکرّمہ فتح ہوا اور مسلمان فاتحانہ داخل ہوئے تو بعض صحابہ نے چاہا کہ اِنھیں اپنی زمین و مکان واپس مل جائے۔

اِن حضرات میں ایک ابُو احمد بن جحشؓ صحابی نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! میرا مکان مشرک سردار ابوسفیان کے قبضہ میں ہے براہ کرم آپؐ واپس دلا دیں؟

رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُنھیں قریب بُلایا اور کان میں آہستہ سے ارشاد فرمایا، "اگر تم صبر کرلو تو یہ بہتر ہے اس کے بدلے جنّت کا ایک محل مل جائے گا۔"

ابُو احمدؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! پھر تو میں صبر ہی کروں گا۔

اِن کے علاوہ بعض دیگر مہاجرین نے بھی چاہا کہ اُن کے مکانات ان کو واپس مل جائیں لیکن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سب کو یہی فرمایا کہ جو

مال ایک دفعہ اللہ کی راہ میں جا چکا ہے میں اُس کی واپسی پسند نہیں کرتا۔

آپؓ کے اس ارشاد پر سارے مہاجرین نے اپنی اپنی جائیداد سے دستبرداری اختیار کر لی۔ لا الٰہ الا اللہ (الصارم المسلول ص ١٥٤ ابن تیمیہؒ)

ایک مخلص صحابیؓ:۔

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک صاحب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آئے اور بیٹھ گئے ان کی انگلی میں سونے کی انگوٹھی تھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب یہ دیکھا اپنے دستِ مبارک سے اُنکی انگوٹھی اتار دی اور پھینک دیا پھر ناگواری کے لہجہ میں ارشاد فرمایا:

”کیا کوئی آگ کا شرارہ اپنے ہاتھ میں رکھ سکتا ہے؟“

مطلب یہ تھا کہ جب سونے کا استعمال مُردوں کے لئے ممنوع ہے تو پھر ایسا عمل کیوں اختیار کیا جائے۔

راوی حدیث کہتے ہیں جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو بعض حضرات نے اُس شخص سے کہا، اب تو آپؐ تشریف لے گئے ہیں اپنی انگوٹھی اٹھا لو۔

ان صاحب نے جواب دیا:

اللہ کی قسم! جس چیز کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پھینک دیا میں اس کو کیسے اُٹھا سکتا ہوں؟ (مُسلم شریف)

ایک جُذامی خاتونؒ:۔

امام شافعیؒ کے اُستاذ ابن ابی مُلیکہؒ کہتے ہیں، سیّدنا عمر الفاروقؓ نے بیتُ اللہ کے طواف میں ایک جُذامی عورت کو دیکھا کہ وہ بھی عام لوگوں کے ساتھ بیتُ اللہ کا طواف کر رہی ہے۔

فرمایا، اے اللہ کی بندی! اپنے گھر بیٹھی رہ لوگوں کو ایذا نہ دے، اس پر وہ عورت بیتُ اللہ سے باہر آگئی۔

سیّدنا عمر الفاروقؓ کے انتقال کے بعد کسی شخص نے اُس خاتون سے کہا، اب تو عمر بن الخطابؓ انتقال کر گئے ہیں اب تو طواف کر لیا کر؟

اُس جُذامی خاتون نے جواب دیا۔

عُمر بن الخطابؓ کی حیات میں میں نے اطاعت کی، وفات کے بعد کیا نافرمانی کروں؟ (مؤطا امام محمدؒ ص ٢٢١)

ایک خستہ حال صحابیؓ:۔

حضرت ابُوموسیٰ اشعریؓ کے صاحبزادے ابوبکرؒ کہتے ہیں، میں نے اپنے والد بزرگوار کو میدانِ جنگ میں دشمنوں کی صف کے آگے یہ فرماتے سُنا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اَبْوَابَ الْجَنَّۃِ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوْفِ۔ (الحدیث)

ترجمہ:۔ جنّت کے دروازے تلواروں کے سایہ تلے ہیں۔

اس وقت مسلمانوں کی صف سے ایک خستہ حال نوجوان نکلا اور میرے والد

سے پُوچھا، کیا یہ ارشاد آپ نے خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے؟ میرے والد نے جواب دیا، ہاں! میں نے خود سُنا ہے۔

یہ جواب سُنتے ہی وہ نوجوان اپنے ساتھیوں کے پاس آیا، سلام کیا، اپنے تلوار کی نیام توڑ دی پھر دشمنوں کی صف میں بے جگری سے داخل ہوا اور ایسا شدید حملہ آور ہوا کہ دشمن کی صفوں میں اِنتشار پیدا ہو گیا، آخر شدید زخموں کے بعد شہید بھی ہو گیا۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

(ترمذی شریف جلد ۱ صہ ۲۱۳)

ایک انصاری صحابیؓ:۔

حضرت یحییٰ بن سعیدؓ فرماتے ہیں ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میدانِ جہاد میں مجاہدین کے سامنے جہاد فی سبیل اللہ اور جنّت اور اسکی نعمتوں کا تذکرہ فرمایا اور خوب رغبت دلائی۔

ایک انصاری صحابیؓ اس وقت بھوک پیاس کی وجہ سے چند عدد کھجور کھا رہے تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اس تبلیغ دعوت و ترغیب سُنکر اپنے ساتھیوں کے پاس آئے اور اس طرح گویا ہوئے۔

دوستو! اگر میں اس طرح کھاتے بیٹھا رہا تو میں بڑا حریص قسم کا آدمی ہو جاؤنگا۔ ہاتھ میں جو چند ایک کھجوریں تھیں پھینک دی، اپنی تلوار سنبھال لی پھر دشمنوں کی صفوں پر ٹوٹ پڑے اور آخر دم تک تلوار چلاتے رہے، زخموں سے چور ہو کر گر پڑے اور شہید ہو گئے۔

(مؤطا امام مالکؒ باب الترغیب فی الجہاد)

ایک غیر معروف صحابیؓ:۔

حضرت جابر بن سلیمؒ کہتے ہیں کہ ایک شخص جو صحابی رسولؐ تھے مجھ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ عہد لیا کہ میں کبھی گالی نہ دوں گا (غالباً یہ ان صاحب کی عادت تھی) اس عہد کے بعد میں نے آج تک نہ کسی شریف آدمی کو گالی نہ دی نہ کسی معمولی انسان کو حتیٰ کہ جانوروں کو بھی گالی دینا چھوڑ دیا (جیسا کہ گاؤں والے دیا کرتے ہیں)۔

(ابُوداؤد)

حضرت خُریم الاسدیؓ:۔

حضرت ابن الحنظلیہؓ ایک بزرگ و متقی صحابی رسولؐ ہیں، عام لوگوں سے بہت ہی کم ملا کرتے تھے، اپنے اوقات کو ذکر و عبادت و تلاوتِ قرآن میں مشغول رکھا تھا، عمر رسیدہ صحابہؓ آپ کی صحبت و ملاقات کے مشتاق رہا کرتے، ایسے ہی ایک موقعہ پر مشہور صحابی ابُو الدرداءؓ حضرت ابن الحنظلیہؓ کی زیارت کے لئے تشریف لائے اور گزارش کی چند کلمات ہی ارشاد فرما دیں جو ہمیں نفع دیں گے اور آپ کا کچھ نقصان نہ ہو گا؟

حضرت ابن الحنظلیہؓ نے فرمایا، سُنو! ایک مرتبہ نومسلم دیہاتی جن کا نام خریمُ الاسدیؓ تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، کچھ دیر بیٹھکر واپس چلے گئے، ان کے جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نِعْمَ الرَّجُلُ خُرَیْمُ الْاَسَدِیُّ لَوْلَا طُوْلُ جُمَّتِہٖ وَاِسْبَالُ اِزَارِہٖ۔

خُریم الاسدی اچھا آدمی ہے اگر وہ اپنے سَر کے بال اور اپنی ازار (لُنگی)

دراز نہ رکھتا؟
خُریم الاسدیؓ کو جب یہ معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انکے بارے میں ایسا ارشاد فرمایا ہے۔ اُسی وقت قینچی لی اپنے بال کاٹ کر کانوں کے برابر کر دیئے اور اپنی ازار کو نصف پنڈلیوں تک اُٹھالیا۔
(ابُوداؤد، کتاب اللباس)

حضرت وائل بن حُجرؓ:۔

یہ دیہاتی صحابی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (مدینہ منوّرہ) ایسے حال میں آئے کہ سر کے بال دراز تھے، آپ نے اِن کی یہ حالت دیکھکر ناگوار لہجہ میں "ذُبَاب، ذُبَاب" فرمایا (عربی زبان میں یہ کلمات ناگوار صورتحال پر کہے جاتے ہیں)۔
وَائل بن حُجرؓ کہتے ہیں کہ میں اُسی وقت مجلس سے اُٹھا اور پورے بال کاٹ کر سر صاف کر لیا۔ دوسرے دن حسبِ معمول آپؐ کی مجلس میں آیا آپؐ نے مجھکو دیکھکر فرمایا:
"مرا یہ منشا نہ تھا لیکن تم نے بہت اچھا کیا۔" (ابوداؤد، کتاب الترجّل)

حضرت محمّد بن عبدُاللہؓ:۔

حضرت عمرو بن شعیب اپنے دادا محمد بن عبداللہؓ سے نقل کرتے ہیں میرے دادا فرمایا کرتے تھے، ایک سفر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، درمیان راہ ایک مقام پر آپؐ نے مجھکو تیز نظر سے دیکھا، میرے جسم پر زعفرانی (زرد رنگ

کی چادر تھی، آپؐ نے ارشاد فرمایا، یہ کیسی چادر ہے؟
میں نے محسوس کیا کہ آپ کو یہ رنگ پسند نہیں، سفر سے واپسی کے بعد میں نے اپنے گھر میں داخل ہوتے ہی اُس چادر کو تنور میں جھونک دیا، دوسرے دن جب آپؐ کی مجلس میں حاضر ہوا تو آپؐ نے دریافت فرمایا، اُس چادر کو تم نے کیا کیا؟
میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اُس کو تو تنور میں جلا دیا، آپؐ نے ارشاد فرمایا، گھر کی عورتوں کو دیدیا ہوتا۔ (عورتوں کیلئے یہ رنگ جائز ہے)۔

حضرت رافع بن خدیجؓ:۔

رافع بن خدیجؓ فرماتے ہیں، ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ہمارے اُونٹوں اور کجاوؤں پر سُرخ ریشم کے دھاگے والے کپڑے اور تھیلیاں تھیں، آپؐ نے یہ دیکھکر فرمایا، یہ کیا بات ہے تم پر زرد رنگ کا غلبہ ہوتا دیکھ رہا ہوں؟
آپؐ کی اس ناگواری پر ہم تیزی سے اپنے اُونٹوں کیطرف چلے حتّٰی کہ بعض اُونٹ ہماری تیزی و پُھرتی سے بدک گئے۔ ہم نے وہ سارے زرد کپڑے اتار دیئے۔
(مَردوں کو زرد رنگ کے کپڑے استعمال کرنا ممنوع ہے البتہ عورتوں کو اجازت ہے)۔

ایک نومُسلم صحابیؓ:۔

حضرت براء بن عازبؓ کہتے ہیں، اسلام کے ایک معرکہ میں دشمنوں کی صفوں سے ایک ایسا شخص آیا جو سراپا جنگی سازو سامان سے ڈھکا ہوا تھا وہ

آتے ہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اس طرح مخاطب ہوا:

یا محمدؐ کیا میں مسلمانوں کے ساتھ جہاد کروں؟ یا اسلام قبول کروں؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا:

اَسْلِمْ ثُمَّ قَاتِلْ، پہلے مسلمان ہوجا پھر جہاد کر۔

اتنا سُنتے ہی وہ کلمہ پڑھا اور مسلمان ہوگیا، پھر نہایت عجلت میں مشرکین کی صفوں کو چیرتا پھاڑتا ہوا ایسا معرکہ انجام دیا کہ اس کی زندگی شہادت پر ختم ہوگئی۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جب اس کے شہید ہوجانیکی اطلاع ملی ارشاد فرمایا:

عَمِلَ قَلِيلًا وَأُجِرَ كَثِيرًا۔ (بخاری ج ۱ ص ۳۹۴)

عمل تو مختصر کیا لیکن اجر عظیم پایا۔

حضرت خبّاب بن الارتؓ:۔

حضرت خبّاب بن الارتؓ سابقین اوّلین مسلمانوں میں شمار ہوتے ہیں، یہ سیّدنا عمر بن الخطابؓ کے بہنوئی ہوتے ہیں، سیّدنا عمرؓ انہی کے گھر مسلمان ہوئے ہیں، حضرت حارثہ بن مضربؒ کہتے ہیں، میں حضرت خبّابؓ کی عیادت کرنے اُنکے گھر گیا۔ شدید تکلیف کی وجہ سے انھوں نے اپنے پیٹ پر داغ (جو اس زمانے کا علاج تھا) لگا رکھا تھا۔

میری مزاج پُرسی پر حضرت خبّابؓ نے فرمایا میں نے کسی شخص کو بھی ایسی تکلیف میں نہیں دیکھا جیسا کہ میں تکلیف زدہ ہوں، ابتدا اسلام میں ہم

اصحابِ رسولؐ کی غربت وتنگدستی کا یہ حال تھا کہ ایک درہم بھی ہمیں میسّر نہ تھا، فقروفاقہ کا دورہ رہا کرتا تھا۔

اور آج ہماری خوشحالی وفراخی کا یہ حال ہے کہ اس وقت گھر کے ایک گوشے میں چالیس۴۰ ہزار درہم پڑے ہیں ہماری اُس جانب کوئی رغبت نہیں ہے۔

صحت کی قلت، بیماری کی شدّت نے ایسا تنگ کردیا ہے، اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہمیں دنیا کے غم ومصیبت سے موت کی تمنّا کرنے سے منع نہ فرماتے تو میں موت کی تمنّا اور دُعا کرلیتا۔ (مطلب یہ تھا کہ بیماری اتنی شدید ہے کہ موت بھلی معلوم ہوتی ہے)۔ (ترمذی ج ۱ ص ۱۲۵)

حضرت ابومسعودؓ:۔

حضرت ابومسعودؓ خود فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اپنے خادم کو اُسکی خطا پر مار رہا تھا، میں نے اپنے پیچھے ایک آواز سُنی، ابومسعود خبردار! ابومسعود خبردار! پلٹ کر دیکھا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو پایا۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا:

اَللّٰهُ اَقْدَرُ عَلَيْكَ مِنْكَ عَلَيْهِ۔

اللہ کا اقتدار تیرے اُس اقتدار سے بلندوبالا ہے جو تجھ کو اپنے خادم پر حاصل ہے۔

حضرت ابومسعودؓ کہتے ہیں، اس ارشاد کے بعد میں نے زندگی بھر کسی غلام وخادم کو نہیں مارا۔ اللہ اکبر (ترمذی ج ۲ ص ۱۷)

حضرت ثابت بن قیس رضؓ :-

یہ جلیل القدر صحابی چند دنوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے غیر حاضر رہے ایک دن آپؐ نے اُنھیں یاد فرمایا اور دریافت فرمایا کہ ثابت بن قیسؓ کو کیا ہو گیا وہ نظر نہیں آتے ؟

ایک صاحب نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر آپ اجازت دیں تو میں اُن کی خبر لے آتا ہوں ؟

آپؐ نے اجازت دے دی وہ صاحب اُن کے گھر پہنچے دیکھا کہ گھر کے ایک کونے میں سر جھکائے غمزدہ بیٹھے ہیں۔ میں نے اُنھیں سلام کیا، پوچھا کیا بات ہے؟ مزاج کیسا ہے ؟

حضرت ثابت بن قیسؓ نے کہا، حال بہت بُرا ہے۔

ان صاحب نے پُوچھا خیر ہو کیا ہو گیا ؟

جواب دیا تمکو معلوم ہے چند یوم پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ آیات نازل ہوئیں تھیں جن کو آپؐ نے پڑھکر سُنایا تھا :

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ۔ (سورۃ الحجرات آیت ۲)

ترجمہ :- اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں نبی کی آواز پر بلند نہ کیا کرو اور نہ اُن سے ایسے کھُل کر بولا کرو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے سے کھُل کر بولا کرتے ہو کہیں تمہارے اعمال برباد نہ ہو جائیں اور تمکو اسکی خبر بھی نہ ہو۔

اسکے بعد حضرت ثابت بن قیسؓ نے ان صاحب سے کہا تمکو معلوم ہے میں فطرۃً بلند آواز ہوں، عام بول چال میں بھی میری آواز بلند ہو جاتی ہے اگر مجلس نبوی میں کبھی میری بلند آوازی ہو گئی تو میری زندگی بھر کے اعمال غارت ہو گئے اور میں خسارے میں پڑ گیا، اسی لئے مجلس نبوی میں حاضر ہونے کی ہمّت ٹوٹ گئی ہے۔

حضرت ثابت بن قیسؓ کا یہ حال سُنکر وہ صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور حضرت ثابتؓ کا عذر بیان کر دیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے پھر اُنہی صاحب کو یہ بشارت سُنانے کے لئے ثابت بن قیسؓ کے گھر روانہ فرمایا :

"إِنَّكَ لَسْتَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَلَٰكِنْ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ"

تم جہنمی نہیں، جنّتی ہو۔

ملحوظہ :- آیت شریفہ میں نبی کی آواز پر اپنی آواز بلند کرنیکا یہ مطلب بیان کیا جاتا ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی مخالفت کرنا یا آپؐ کے کلام شریف میں خلل اندازی کرنا یا اسکا ادب واحترام نہ کرنا مُراد ہے، صرف بلند آوازی مُراد نہیں، ویسے بھی بڑوں کے آگے بلند آوازی بے ادبی و ناشائستگی کی علامت ہوا کرتی ہے، خاص کر نبی و رسولؐ کی موجودگی میں کچھ اور ہی زائد گستاخی شمار کی جائے گی۔

آپ نے سُنا ہوگا، با ادب با ایمان بے ادب بے ایمان۔

حضرت ثابت بن قیسؓ نے آیت کا ظاہری مفہوم سمجھا (یعنی اُونچی آواز میں رسول اکرمؐ سے بات کرنا) یہ آیت کی مُراد نہ تھی۔ اس خوشخبری کے بعد

حضرت ثابت بن قیسؓ مجلس میں آنے لگے لیکن ادب و احترام کا یہ حال تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کچھ عرض کرنا ہوتا تو اتنی خفیف آواز سے بات کرتے کہ بعض اوقات دُھرانے کی ضرورت پڑتی۔ (بخاری)

حضرت عمروبن الجُموحؓ، حضرت عبدُاللہ بن عمروؓ:۔

یہ دونوں انصاری صحابی قبیلہ بنو سلیم کے ہیں، غزوۂ اُحد ۳ھ ہجری میں دونوں شریک تھے اور اسی غزوہ میں شہید بھی ہوگئے۔ اُحد کے شہدار کو جہاں دفن کیا گیا اس کے قریب، ایک خشک ویران نہر تھی اس کے کنارے ان دونوں صحابی کو ایک قبر میں دفن کیا گیا۔

اس معرکہ میں شہیدوں کی کثرت کی وجہ سے ایک ایک قبر میں دو۲، دو۲ چار چار شہیدوں کو سپردِ خاک کیا گیا تھا، کچھ عرصہ بعد وہ خشک نہر جاری ہوگئی اور اس کا پانی اُن دو۲ شہیدوں کی قبر کے قریب ہونے لگا، اُس وقت یہ مشورہ کیا گیا کہ ان دونوں کی لاش کو یہاں سے دوسری جگہ منتقل کیا جانا چاہیئے۔

چنانچہ قبر کھولی گئی، دونوں شہیدوں کی لاش ایسے ہی تر و تازہ تھی گویا گزشتہ کل ہی دفن کیا گیا ہو۔ نہ کفن میں اور نہ ہی جسم میں کسی قسم کا تغیّر و بگاڑ تھا، اِن میں ایک شہید کو گہرا زخم تھا جس پر انھوں نے اپنا ہاتھ رکھ لیا تھا اسی حالت میں انھیں دفن کیا گیا تھا وہ ہاتھ ویسے ہی اُس زخم پر رکھّا ملا، لاش اُٹھانے والے صاحب نے انکا ہاتھ اُس زخم سے علیٰحدہ کیا دوسرے لمحہ وہ ہاتھ زخم پر آگیا جیسے پہلے تھا۔

واقعہ کے نقل کرنے والے عبدالرحمٰن بن عبدُاللہ کہتے ہیں، اس واقعہ

اور غزوۂ اُحد کے درمیان چھیالیس۴۶ سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ لَاإِلٰہَ إِلَّا اللہ
(مؤطا امام مالک، باب الترغیب فی الجہاد)

حضرت سعد بن ربیع انصاریؓ:۔

غزوۂ اُحد میں اختتام جنگ پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا، تم میں کوئی ایسا ہے جو سعد بن ربیع انصاریؓ کی خبر لائے؟ (یہ مخلص صحابیؓ میدانِ اُحد میں دشمنوں کی صفوں کو چیرتے پھاڑتے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نظروں سے اُوجھل ہوگئے تھے) اگر وہ زندہ ہوں تو میرا سلام کہدینا اور خیریت پُوچھنا۔

حضرت زید بن ثابتؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں حاضر ہوں، آپؐ نے انھیں اجازت دے دی۔

حضرت زید بن ثابتؓ کہتے ہیں، میں زخمیوں اور شہیدوں کے ہجوم میں اُنھیں تلاش کر رہا تھا، اس معرکہ میں سینکڑوں صحابہ شہید و زخمی ہوئے ہیں میدانِ اُحد کے ایک جانب حضرت سعد بن ربیعؓ کو زخمی حالت میں پڑا دیکھا، اِن میں ابھی زندگی کے کچھ آثار باقی تھے، جسم بے شمار زخموں سے چُور چُور تھا، میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سلام و پیام پہنچایا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا پیام و سلام سنتے ہی حضرت سعد بن ربیعؓ کے جسم میں ایک قسم کا ارتعاش پیدا ہوا، آنکھیں کھول دیں، حضرت زید بن ثابتؓ کو دیکھنے لگے اور یہ کہنے لگے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو میرا بھی سلام عرض کردو اور یہ حال بھی عرض کردو۔ ”میں اس وقت جنّت کی خوشبو محسوس کر رہا ہوں، یا رسول اللہ میں نے اپنے

دشمنوں کا کام تمام کر دیا ہے"۔

اے زیدؓ! میری قوم انصار سے یہ بھی کہدینا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس معرکہ میں ذرا سی بھی تکلیف پہنچی تو سمجھ لینا کہ اللہ کے ہاں تمہارا کوئی عُذر قبول نہ ہو گا، اسکے بعد حضرت سعد بن ربیعؓ کی رُوح پرواز کر گئی۔

حضرت اُبَی بن کعبؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ کی یہ گفتگو سُنکر فرمایا:

"اللہ اس پر رحم کرے وہ اللہ اور اُس کے رسول کا خیر خواہ، وفادار رہا زندگی میں اور مرتے وقت بھی"۔ (مؤطا مالکؒ، استعاب ابن عبد البر، ج ۲ ص ۲۵)

ایک نابینا صحابیؓ:۔

ایک دن صبح صبح مدینہ منوّرہ میں شور مچ گیا کہ فلاں عورت کو قتل کر دیا گیا عہدِ نبوّت میں ایسے واقعات شاذ و نادر ہی ہوا کرتے تھے اس لئے قدرۃً اسکا چرچا کچھ زائد ہی ہوا۔ قاتل کا پتہ نہ تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شہر میں عام اعلان کروا دیا، جس نے بھی قتل کیا ہو وہ مسجد نبوی میں آجائے اور اپنا معاملہ ہمارے حوالہ کر دے۔

عہدِ نبوّت میں عام طور پر لوگ بھولے بھالے سچے قسم کے ہوا کرتے تھے ایسے اعلان پر چور ڈاکو سبھی اپنے آپ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حوالہ کر دیا کرتے۔

کچھ زیادہ دیر نہ ہوئی ایک نابینا صحابی ہجوم سے بچتے بچاتے مسجدِ نبوی میں داخل ہوئے اور بلا کسی عُذر و حیلہ عرض کرنے لگے، یارسول اللہ! اس

عورت کو میں نے قتل کیا ہے وہ میری (اُمِّ وَلد) باندیؓ تھی، میری خدمت گزار محبت کرنے والی، اُس سے میرے دو بچے بھی ہیں جو حُسن و جمال میں موتی جیسے ہیں، اس لئے مجھکو اُس عورت سے فطرۃً محبت بھی تھی لیکن یارسول اللہ! وہ آپؐ کے بارے میں بڑی گستاخ، دریدہ دہن تھی، ہمیشہ آپؐ کو بُرا بھلا کہا کرتی، میں اُس کو منع کرتا لیکن وہ باز نہ آتی جب اسکو سخت تنبیہ کرتا اور گُستاخ ہوجاتی، یارسول اللہ! میں نے اس کو باز رکھنے کی ہر امکانی کوشش کی اُس نے کوئی اثر قبول نہ کیا۔

یارسول اللہ! گذشتہ رات (قتل والی رات) میں نے آپؐ کا کچھ تذکرہ کر دیا وہ اپنی خبیث عادت کے مطابق برس پڑی اور گالی گلوچ شروع کر دی میں نے پھر سمجھانے کی کوشش کی لیکن وہ باز نہ آئی۔

یارسول اللہ! میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا میں نے فیصلہ کر لیا کہ آج اس کا فیصلہ کر دینا چاہیئے۔

جب یہ بکواس کر کے سو گئی میں اُٹھا اور اپنا مِغْوَل (بڑا چھرا) لیا اور اس کے پیٹ پر رکھکر پوری قوت سے اُس پر بیٹھ گیا، چھرا آناً فاناً اسکی پُشت سے باہر نکل گیا اور وہ اسی لمحہ دم توڑ گئی۔ فِی النَّارِ وَالسَّقَر۔

یارسول اللہ! یہ خود میرا اپنا عمل ہے آپؐ جو فیصلہ فرمادیں میں حاضر ہوں؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور موجودہ حاضرین پر ایک اضطرابی کیفیت

۱؎ غالباً یہ نصرانی یا یہودی مذہب تھی جس سے نکاحی تعلقات جائز ہیں۔

طاری ہوگئی، ابھی چند لمحات گزرنے بھی نہ پائے تھے، جبرئیل امین نازل ہوئے اور آپؐ کو اطلاع دی کہ ربّ العالمین نے اُس بدزبان کا قتل جائز قرار دے دیا[1]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان نابینا صحابی کو یہ خوشخبری سُنائی۔

اَلَا اشْهَدُوْا اَنَّ دَمَهَا هَدَرٌ ۔ (الحدیث)

آگاہ ہوجاؤ اُس بدزُبان کا قتل حلال ہوگیا۔ (نسائی شریف ص ۱۰۳)

قبیلہ اسلم کا ایک نوجوان :-

حضرت انسؓ کہتے ہیں قبیلہ اسلم کا ایک نوجوان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس طرح عرض معروض کی، یارسول اللہؐ! میں جہاد میں شریک ہونا چاہتا ہوں لیکن میرے ہاں جہاد کا سامان نہیں ہے۔

آپؐ نے اس نوجوان کو مشورہ دیا تم فلاں صاحب کے ہاں جاؤ وہ جہاد میں شریک ہونے کی مکمّل تیاری کرچکے تھے اچانک بیمار ہوگئے اُن کو میرا سلام کہدو اور وہ سامان جو انھوں نے جہاد کے لئے تیار کررکھا تھا اپنے لئے حاصل کرلو۔

یہ نوجوان ان کے گھر گئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا سلام و پیام پہنچادیا۔ بیمار مجاہد نے آپؐ کا پیام سُنتے ہی اپنی بیوی سے کہا دیکھو! میرا جملہ سامانِ جہاد ان کے حوالہ کردو اور اُس کا خاص خیال رکھو کہ کوئی چیز بھی

[1] اس واقعہ کے بعد یہ ابدی قانون بن گیا کہ شاتم رسول (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو گالی گلوچ کرنے والے) کو قتل کردیا جائے۔ (اَعَاذَنَا اللہُ مِنْہُ)

چھوٹنے نہ پائے اگر تم نے اس سامان سے کچھ رکھ لیا تو اللہ کی قسم اسمیں ہرگز برکت نہ ہوگی۔ (پھر اُس نیک بیوی نے بیمار مجاہد کا جملہ سامان حوالہ کردیا)۔ اللہ اکبر (ابوداؤد ج۲ ص۶۵)

حضرت عبداللہ بن سلامؓ :-

مدینہ منورہ سے چند میل دور شہر خیبر میں یہودیوں کی ایک بڑی تعداد آباد تھی، ان کے یہاں بلند و بالا مضبوط قلعے اور تجارتی منڈیاں تھیں یہ لوگ دولت و ثروت میں ممتاز تھے، اِن کے ایک عالم عبداللہ بن سلامؓ اپنی قوم میں نہایت عزّت و اکرام کا مقام رکھتے تھے یہ سابقہ آسمانی کتابوں (تورات، انجیل وغیرہ) کے بڑے عالم شمار کئے جاتے تھے ان کی ہدایات و تعلیمات پر پوری قوم اعتماد کرتی تھی۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مکّۃُ المکرّمہ سے ہجرت فرماکر مدینہ منوّرہ تشریف لائے، یہ یہودی عالم آپؐ کی ملاقات کے لئے آئے اور آپؐ سے یہ کہکر تین سوال کئے کہ اِن کا جواب سوائے نبی و رسول اور کوئی نہیں دے سکتا، میں آپؐ سے وہ تین سوال کرنا چاہتا ہوں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اجازت دیدی۔

پہلا سوال : قیامت کی پہلی علامت کیا ہوگی؟

دوسرا سوال : اہلِ جنّت کی پہلی غذا کیا ہوگی؟

تیسرا سوال : وہ کیا سبب ہے کہ پیٹ کا بچّہ کبھی باپ کے خاندان والوں کی شکل پر اور کبھی ماں کے خاندان والوں کی شکل پر پیدا ہوتا ہے؟

اس مختصر وقت میں جبرئیل امینؑ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ان کے جوابات بتلا دیئے۔

آپؐ نے عبداللہ بن سلامؓ سے فرمایا، ابھی ابھی جبرئیل امین آئے اور اللہ کی طرف سے جوابات دے گئے۔

عبداللہ بن سلام نے جبرئیلؑ کا نام سنتے ہی کہا یہ تو فرشتوں میں ہمارا سب سے بڑا دشمن ہے۔

(یہودی لوگ جبرئیل علیہ السلام کو اپنا دشمن اس لئے خیال کرتے ہیں کہ نبیوں کی مخالفت کرنے پر قوم بنی اسرائیل پر جتنے بھی عذاب آئے ہیں اُن کی قیادت جبرئیل امینؑ نے کی تھی)۔

عبداللہ بن سلام کے اس فضول سوال کا جواب آپؐ نے نہیں دیا اور فرمایا:

تمہارے پہلے سوال کا جواب تو یہ ہے کہ قیامت کی پہلی علامت وہ ہولناک آگ ہو گی جو انسانوں کی ایک بڑی تعداد کو ہانک کر مغرب کے آخری حصے تک پہنچا دے گی۔

دُوسرے سوال کا جواب، اہلِ جنّت کی پہلی غذا (جب وہ جنّت میں داخل ہوں گے) مچھلی کے جگر کے کباب ہوں گے۔

تیسرے سوال کا جواب یہ ہے، مرد کے پانی کا وہ مادّہ (قطرہ) جس سے بچہ بنتا ہے اگر قوت وطاقت میں عورت کے مادّہ پر سبقت کر جائے تو بچہ باپ کے خاندان والوں کی شکل پر بنتا ہے (جس میں باپ بھی شامل ہے) اور اگر عورت کا مادّہ مرد کے مادّے پر سبقت کر جائے تو بچہ عورت

کے خاندان والوں کی شکل پر بنتا ہے (جس میں ماں بھی شامل ہے)۔

عبداللہ بن سلامؓ نے یہ جوابات سنتے ہی فوری اعتراف کر لیا اور کہا بیشک آپؐ اللہ کے نبی و رسول ہیں پھر اسلام قبول کر لیا۔ (کیونکہ یہ جوابات سابقہ آسمانی کتابوں میں اسی طرح درج تھے جس کے یہ عالم تھے)۔

اسکے بعد عرض کیا یا رسول اللہ! میری قوم یہود نہایت ضدی ہٹ دھرم والزام تراش قوم ہے اگر انہیں میرے اسلام قبول کر لینے کا علم ہو گیا وہ میرا انکار کر دیں گے اور بڑی بڑی تہمتیں لگائیں گے۔

یا رسول اللہ! بہتر یہی ہے کہ آپؐ میری غیر موجودگی میں اُن سے میرے اخلاق و عادات، دین و دیانت وغیرہ دریافت فرمالیں، جب وہ مجھ پر اعتماد ظاہر کر دیں گے میں اُسی وقت اُن سب کو اسلام کی دعوت دیدونگا۔

چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خیبر تشریف لے گئے، یہودیوں نے آپؐ کی تشریف آوری کو اپنی کامیابی و عزّت خیال کیا اور آپؐ کا استقبال کیا، آپؐ یہودیوں کی درس گاہ میں تشریف فرما ہوئے۔ حضرت عبدُاللہ بن سلام بھی درسگاہ کے ایک حجرے میں چھپے بیٹھے رہے۔ جب سب یہودی جمع ہو گئے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کے قائد و رہنما کے بارے میں دریافت کیا کہ عبدُاللہ بن سلامؓ تم میں کیسا انسان ہے؟

سب نے برملا کہا وہ تو ہمارا بڑا عالم اور سب سے بڑے عالم کا بیٹا، ہم میں سب سے بڑا انسان ہے، ہم اس کی تعلیمات و ہدایات پر عمل کرتے ہیں اور پورا پورا اعتماد بھی۔

اس مختصر سوال کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرا سوال کیا۔

تمہارا کیا خیال ہے اگر عبداللہ بن سلامؓ مسلمان ہو جائے؟
سب نے یک زبان ہو کر کہا، اللہ کی پناہ اگر وہ ایسا ہو جائے (یعنی ممکن نہیں) اس شور و شغف میں اچانک عبداللہ بن سلامؓ اپنے حُجرے سے نکل آئے اور بلند آواز سے کہا:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

بس یہ سُننا تھا کہ ساری قوم میں افراتفری ہو گئی اور سب کی زبانوں پر یہ کلمات تھے:

"شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا" (بڑا بداخلاق اور بڑے بداخلاق کا بیٹا)
پھر بُرا بھلا کہتے ہوئے سب منتشر ہو گئے۔ (بُخاری ج ۱ ص ۴۶۹)

حضرت ابُوذر غفاریؓ:۔

راوی ابوحمزہ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت عبداللہ بن عبّاسؓ نے ہم سے حضرت ابُوذر غفاریؓ کے مسلمان ہونے کا واقعہ بیان کیا جس کو خود انھوں نے حضرت ابُوذر غفاریؓ سے سُنا تھا۔

حضرت ابُوذرؓ کہتے ہیں کہ مجھکو جب یہ خبر ملی کہ مکّۃُ المکرّمہ میں ایک شخص نے اپنے نبی ہونے کا اعلان کیا ہے اس اطلاع پر میں نے اپنے بھائی کو مکّۃُ المکرّمہ روانہ کیا کہ اس نبی سے ملاقات کر کے حال معلوم کرے چنانچہ میرے بھائی نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور آپؐ سے بات چیت کر کے واپس ہوئے، اور مجھکو بتایا کہ وہ شخص سچّا معلوم ہوتا ہے نیکی کی ہدایت کرتا ہے بُرے کاموں سے منع کرتا ہے۔

میرے بھائی نے اس سے زائد اور کچھ نہ بتایا مجھکو پورے طور پر تشفی نہ ہوئی، میں نے خود ارادہ کر لیا کہ خود کو چلنا چاہیئے۔
چنانچہ میں ایک اجنبی مسافر بنکر مکّۃُ المکرّمہ پہنچا اور کسی سے بھی اُس نبی کے بارے میں دریافت نہیں کیا، بیتُ اللہ شریف میں قیام کر لیا اور کھانے پینے کا انتظام زمزم کا پانی قرار دے لیا۔
ایک دن حضرت علیؓ میرے قریب سے گزرے، مجھکو دیکھکر پُوچھا کیا تم مسافر ہو؟ میں نے کہا، جی ہاں مسافر ہوں!
پھر وہ اپنے گھر لے گئے اور میری ضیافت کی نہ انھوں نے مجھ سے کچھ پوچھا نہ میں نے اپنے آنے کی غرض بیان کی، دوسرے دن میں پھر بیت اللہ شریف آگیا شام کو ان کا حسبِ معمول گزر ہوا، خیال کیا کہ مسافر کا کام ابھی پورا نہیں ہوا، دریافت کیا تمہارا کام ابھی تک پورا نہیں ہوا؟
میں نے کہا، جی ہاں انتظار ہے۔
کہا، تو پھر رات کا کھانا بھی کھالو، اپنے گھر لے گئے اور پیٹ بھر تواضع کی، پھر پُوچھا تمہارا اس شہر میں آنے کا کیا مقصد ہے؟
میں نے نہایت رازداری میں کہا اگر آپ میرا راز ظاہر نہ کریں تو عرض کروں؟
حضرت علیؓ نے فرمایا، اندیشہ نہ کرو کہو کیا بات ہے؟
میں نے کہا مجھکو معلوم ہوا ہے کہ یہاں ایک شخص نے اپنے نبی ہونیکا اعلان کیا ہے میں خود تحقیق حال کے لئے آیا ہوں۔
حضرت علیؓ نے فرمایا، تم نے صحیح راستہ اختیار کیا ہے، میرے پیچھے پیچھے چلو میں جس مکان میں داخل ہو جاؤں تم بھی داخل ہو جانا، البتہ درمیان راہ اگر

میں تم پر کسی بات کا اندیشہ یا خطرہ محسوس کروں تو اسی وقت میں اپنی چپّل درُست کرنے کے بہانے کسی دیوار کے قریب ٹھیر جاؤں گا تم اپنی راہ چلے جانا (یہ اس لئے تھا کہ اُس وقت مکۃُ المکرّمہ میں اجنبیوں اور باہر کے مُسافروں پر مشرکین مکّہ کی سخت نگرانی تھی کہ کوئی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نہ ملاقات کرے اور نہ بات چیت)۔

الغرض میں حضرت علیؓ کے ساتھ ایک مکان میں داخل ہوگیا جہاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے، میں نے آپؐ سے گزارش کی کہ جو دین آپؐ لے آئے ہیں اس کی تفصیل جاننا چاہتا ہوں۔ آپؐ نے ساری تفصیل بیان فرمادی۔

میں نے اُسی وقت اسلام قبول کرلیا۔

میرے اسلام قبول کرنے کے بعد آپؐ نے ارشاد فرمایا، ابُوذر! اپنے اسلام کو یہاں ظاہر نہ کرو، اپنے وطن چلے جاؤ جب یہاں ہمارا غلبہ وشہرہ ہوگا اسی وقت آجانا۔

میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! جس ذات نے آپؐ کو حق دے کر مبعوث کیا ہے کیا میں اُس کو ان مشرکین کے آگے پیش نہ کروں، ایسا کیونکر ممکن ہوگا؟

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے عزم وارادے پر سکوت فرمایا (گویا اجازت دے دی) میں آپؐ کی مجلس سے اُٹھا، سیدھے خانہ کعبہ پہنچا وہاں مشرکین گپ شپ کرتے بیٹھے تھے، نہایت جرأت وبے باکی سے اس طرح خطاب کیا:

اے قریشی سردارو! اِنِّیْ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

بس یہ کہنا تھا کہ سب مجھ پر درندوں کی طرح ٹوٹ پڑے، یہ بددین آدمی ہے، صابی ہوگیا، پھر کیا تھا مجھکو اس حد تک مارا کہ موت نظر آنے لگی۔

اس ہجوم میں حضرت عبّاسؓ بن عبدالمطّلب بھی تھے، انھوں نے مجھکو پہچان لیا کہ یہ بنوغفار کا آدمی ہے، پھر ہجوم کرنے والوں سے یوں مخاطب ہوئے:

"ارے تم کو کیا ہوگیا ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو
جو قبیلہ بنوغفّار کا آدمی ہے، جو تمہاری تجارتی وسفری گزرگاہ
پر واقع ہے، اس کے قتل کے بعد کیا تم اس راہ پر اپنی آمدورفت
جاری رکھ سکوگے؟"

ان فسادیوں کو حضرت عبّاسؓ کی بات سمجھ میں آگئی، انھوں نے مجھکو چھوڑدیا، دوسرے دن بھی یہی واقعہ پیش آیا، میں نے خانہ کعبہ میں پھر اپنے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا، قریشی جاہلوں نے میرا وہی حشر کیا جو کہ گذشتہ کل کیا تھا۔ حضرت عبّاسؓ پھر آڑے آئے اور وہی اندیشہ بیان کیا اور مجھکو اپنی حفاظت میں لے کر اپنے گھر لائے، اس کے بعد میں نے اپنے وطن جانے کا فیصلہ کرلیا۔ (بخاری ج ۱ ص ۴۹۹)

یہ واقعہ بیان کرکے حضرت ابُوذرؓ کہتے ہیں یہ ہے میرے اسلام قبول کرنے کا واقعہ۔

حضرت سعد بن معاذؓ :-

یہ جلیل القدر صحابی غزوۂ خندق ماہ شوال ۵ھ ہجری میں شہید ہوئے۔

غزوۂ خندق جس کو غزوۂ احزاب بھی کہا جاتا ہے، اصحاب رسولؐ اس غزوہ میں بڑے صبر آزما حالات سے دوچار ہوئے ہیں۔ (غزوۂ خندق کی تفصیل ہماری کتاب "ہدایت کے چراغ" جلد ۲ صفحہ ۵۷ پر دیکھی جائے)۔

اس غزوہ میں حضرت سعد بن معاذؓ کو قریش کے ایک مشرک حبّان بن العرقہ نے نشانہ بنا کر آپ کی آنکھ پر تیر مارا تھا، حضرت سعد بن معاذؓ کو زخمی حالت میں مدینہ طیبہ منتقل کیا گیا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کے قیام کے لئے مسجد نبوی شریف کے ایک کونے میں خیمہ نصب کروادیا تھا تاکہ آپ کو ہر وقت عیادت کرنیکی سہولت رہے آپؐ ہر آن اُنکی خبرگیری رکھتے تھے۔

سیّدہ عائشہ صدیقہؓ حضرت سعد بن معاذؓ کی ایک مناجات نقل کرتی ہیں جسکو انھوں نے زخمی حالت میں اپنے رب کے حضور پیش کیا ہے:

"الٰہی! آپ کو خوب معلوم ہے میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد اُس قوم سے جہاد کرنا ہے جس نے تیرے رسولؐ کو اُس کے عزیز وطن سے شہر بدر کیا ہے اور اُسکو جھٹلایا بھی۔

الٰہی! میں یہ خیال کرتا ہوں کہ آپ نے ہمارے اور ہمارے دشمنوں کے درمیان جنگ وجدال ختم کردی ہے۔

الٰہی! اگر ان سے ابھی جنگ کرنی باقی ہے تو مجھکو اس زخم

سے نجات دے تاکہ میں تیری راہ میں اُن سے پھر جہاد کروں اور اگر آپ نے اُن سے ہماری جنگ بندی کردی ہو تو میرے اس زخم کو تازہ کردیجئے اور اسی حادثہ میں مجھکو موت بھی دیدیجئے تاکہ میں شہید ہوجاؤں۔

سیّدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ دُعا کا ختم کرنا تھا کہ زخم جاری ہوگیا اور اتنا خون بہا کہ پڑوس کے خیمے تک جا پہنچا، کچھ ہی دیر بعد حضرت سعد بن معاذؓ شہید ہوگئے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ (بخاری ج ۲ صفحہ ۵۹۱)

ملحوظہ:- یہ وہی شہید اعظم ہیں جن کی موت پر عرش الٰہی دہل گیا، ان کے جلوس جنازہ میں ستّر ہزار فرشتے شریک ہوئے ہیں جو اپنی پیدائش کے بعد پہلی بار زمین پر اُتارے گئے۔ (الحدیث)

ثمامہ بن اثّالؓ :-

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شہر نجد کی جانب ایک لشکر روانہ کیا تھا، یہ لشکر فتح یاب ہوکر مدینہ منوّرہ واپس آیا، شہر نجد کے قیدیوں میں شہر یمامہ کے سردار ثمامہ بن اثالؓ کو بھی گرفتار کرلایا گیا، اور اُن کو مسجد نبوی شریف کے ایک ستون سے باندھ دیا گیا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوکر ثمامہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا:

ثمامہ کیا حال ہے؟ کیا چاہتے ہو؟

کہا ٹھیک ہوں! اگر آپ قتل کردیں تو قتل کا مستحق ہوں اور اگر احسان فرمائیں تو شکرگزاری کروں گا اور اگر آپ مال چاہیں تو ہر طرح کا مال حاضر ہے؟

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کچھ جواب نہ دیا چلے گئے، دوسرے دن آپؐ نے ثمامہ سے سابقہ سوالات دُہرائے، ثمامہ نے وہی جواب دیا آپ واپس ہوگئے، تیسرے دن آپ نے پھر وہی سوالات کئے، ثمامہ نے کہا میرا وہی جواب ہے جو عرض کرچکا ہوں۔

آپؐ نے صحابہ سے فرمایا، ثمامہ کو چھوڑ دو، چنانچہ انھیں آزاد کردیا گیا۔

ثمامہ مسجد نبوی کے سامنے والے باغ میں داخل ہوئے، غسل کیا، پھر مسجد نبوی شریف میں آئے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے، آتے ہی أَشْهَدُ أَنْ لَّآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ بلند آواز سے اقرار کیا اور آپؐ کے قریب ہوکر کہنے لگے۔

یارسُولَ اللہ! اللہ کی قسم روئے زمین پر آپؐ سے زیادہ بُرا اور مکروہ چہرہ اور کوئی نہ تھا لیکن آج آپؐ کے رُخِ انور سے بہتر ومحبوب چہرہ اور کوئی نہیں۔

یارسول اللہ! آپؐ کے دین سے زیادہ بُرا دین اور کوئی نہ تھا لیکن آج آپؐ کا دین سارے ادیان سے زیادہ عزیز و پیارا ہے۔

یارسول اللہ! آپ کا شہر مدینہ طیّبہ میری نظروں میں بدترین شہر تھا لیکن آج دنیا جہاں کے تمام شہروں سے عزیز تر ہے۔

یارسول اللہ! میں مکّۃُ المکرّمہ عمرہ کرنے جارہا تھا آپؐ کے لشکر نے مجھے گرفتار کرلیا اب آپؐ کا کیا مشورہ ہے؟

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ثمامہؓ کو مُبارکباد دی اور عمرہ ادا کرنیکا مشورہ عنایت فرمایا۔

ثمامہ بن اُثالؓ مکّۃُ المکرّمہ روانہ ہوگئے مکّۃُ المکرّمہ میں داخل ہوتے ہی ایک جاننے والے شخص نے اِنھیں طعنہ دیا أَصَبَوْتَ؟ کیا تم صابی ہوگئے؟ ثمامہؓ نے جواب دیا نہیں میں نے اسلام قبول کیا ہے۔

(بخاری ج ۲ ص ۶۲۷)

ملحوظہ: عرب کے مشرک اسلام قبول کرنے والوں کو صابی کہا کرتے تھے (گمراہ مذہب) جیسا کہ موجودہ دَور میں شرک وبدعت سے دُور رہنے والوں کو وہّابی کہا جاتا ہے۔

أَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ۔

صلح حُدیبیّہ کے جانِثار:

عہدِ نبوّت کے تاریخی واقعات میں صُلح حُدیبیّہ ایک بڑا حادثہ لیکن "فتح مُبین" کی شکل میں ظاہر ہوا۔ ۶ہجری میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو اپنی ایک منامی بشارت دی کہ ہم عمرہ ادا کرنے مکّۃُ المکرمہ جائیں گے اس جانفزا خوشخبری سے اصحابِ رسولؐ کے دلوں میں بیتُ اللہ شریف کی زیارت کا شوق موجوں کی طرح اُبلنے لگا، عرصہ چھ سال سے یہ سعادت مشرکینِ مکّہ نے مسلمانوں پر بند رکھی تھی۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سفر کا اعلان فرمادیا، ایک بڑی تعداد ساتھ ہوگئی، آپؐ ابھی درمیان راہ تھے کہ کسی جھوٹے نے اہلِ مکّہ کو یہ خبر دیدی کہ مسلمان مکّۃُ المکرّمہ پر حملہ کرنے کیلئے مقام حدیبیہ میں جمع ہوگئے ہیں۔

اہلِ مکّہ کا ایک سردار بُدیل بن ورقہ خُزاعی نے آپ کو باز رکھنے کیلئے

مقام حدیبیہ پہنچا اور آپؐ سے بات چیت کی۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نے واضح طور پر مطلع کیا یہ خبر جھوٹی ہے ہم صرف عمرہ ادا کرنے آئے ہیں تین دن بعد اپنے شہر مدینہ طیّبہ واپس ہو جائینگے۔

بُدیل بن ورقہ نے مکّۃ المکرمہ واپس جاکر قریش کو مطلع کیا لیکن قریشی سردار مطمئن نہ ہوئے۔ ایک دوسرے سردار عُروہ بن مسعود ثقفی نے کہا، حقیقی صورت حال میں معلوم کرلوں گا یہ آپؐ کی خدمت میں آیا اور آپؐ سے بات چیت کی، آپؐ نے وہی بات دُہرادی جو پہلے سردار سے کہی تھی۔

اس واقعہ کے نقل کرنے والے راوی کہتے ہیں، مشرک سردار عروہ بن مسعود جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بات کر رہا تھا اس درمیان وہ اصحابِ رسولؐ پر نظر جمائے ہوئے تھا، بعد میں وہ خود اسطرح بیان کرتا ہے۔

اللہ کی قسم! اگر محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اپنی ناک بھی صاف کرتے ہوں تو ناک کی آلائش زمین پر گرنے سے پہلے ان کا کوئی نہ کوئی آدمی اپنے ہاتھ میں لے لیتا۔

آپ جب کسی بات کا حکم دیتے تو سب کے سب دوڑ پڑتے۔

آپ جب وضو کرتے تو آپ کے استعمال شدہ پانی پر سب ٹوٹ پڑتے اور اپنے ہاتھوں میں لے لیتے۔

ایک قطرہ بھی زمین پر گرنے نہ دیتے پھر اپنے بدن پر مل لیتے۔

آپ کی طرف نظر جما کر کوئی نہ دیکھتا ادب و احترام میں سب کی نظریں نیچی رہتیں گویا حاضر باش غلام ہیں۔

عروہ بن مسعود نے مکّۃ المکرّمہ جاکر اپنی قوم سے اصحابِ رسولؐ کا آنکھوں دیکھا

حال بیان کیا اور ساتھ یہ بھی کہا کہ اے قوم! میں نے رُوم و فارس و ایران کے بادشاہوں کے دربار اور اُنکے اہل دربار بھی دیکھے ہیں، اللہ کی قسم! جو ادب و احترام محمد (صلے اللہ علیہ وسلّم) کے اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کرتے ہیں کسی بھی بادشاہ کا ایسا ادب و احترام نہیں دیکھا گیا، بہتر ہے ان لوگوں کو عمرہ کرلینے کی اجازت دیدی جائے لیکن قریش نے اس کو بھی قبول نہ کیا۔ خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃ۔ (بخاری ج ۲ ص ۳۹۳)

(صلح حُدیبیہ کی تفصیل "ہدایت کے چراغ" حصّہ دُوم ص ۵۸۷ مطالعہ کی جائے)

عُمیر بن وہبؓ :۔

مکّۃُ المکرّمہ کا یہ مشرک سردار اسلام کے شدید ترین دشمنوں میں شامل تھا، مکّۃُ المکرّمہ کے زمانۂ قیام میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو سخت ترین ایذائیں پہنچائیں تھی۔

جنگ بَدر کے قیدیوں میں اس کا بیٹا وہب بن عُمیر بھی تھا جو عام قیدیوں کے ساتھ مدینہ منوّرہ منتقل کردیا گیا تھا، بَدر کی شکست کے بعد ایک دن عُمیر بن وہب اور اس کا دوست صفوان بن اُمیّہ (مشہور مشرک سردار) حطیم کعبہ میں بیٹھے بَدر کی شکست پر تبصرہ کر رہے تھے (جنگِ بدر اسلام کا وہ پہلا معرکہ تھا جس میں کفر کی طاقت پاش پاش ہوگئی)۔

عُمیر بن وہب نے اپنے دوست صفوان بن اُمیہ سے کہا، میاں اب زندگی کا مزہ نہ رہا، جنگِ بَدر میں قریش کے نامی گرامی تمام سرداروں کی ہلاکت کے بعد زندگی بے لُطف ہوگئی۔

اگر میرے ذمے قرض نہ ہوتا اور میرے بچوں کی کفالت کا کوئی انتظام ہو جاتا تو میں ابھی مدینہ جاکر محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر آتا، عُمیر کی اس طوطا چشمی پر صفوان بہت خوش ہوا، کہنے لگا تیرا قرض اور تیرے اہل وعیال کا خرچ میرے ذمے ہے اگر تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر آئے ؟

یہ ضمانت سُنتے ہی عُمیر کی انتقامی رگ پھڑک اُٹھی ویسے بھی عُمیر کا بیٹا قیدیوں میں شامل تھا فوری اُٹھا اور ایک زہر آلود تلوار لیکر مدینہ طیّبہ روانہ ہوگیا، مسجد نبوی شریف کے قریب سیّدنا عمر الفاروق رضؓ نے اس کو دیکھتے ہی تاڑ لیا کہ یہ کسی ناپاک ارادے سے آرہا ہے، آگے بڑھکر اس کی تلوار چھین لی اور کھینچتے ہوئے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے ؟ آپؐ نے فرمایا، اے عمرؓ اِس کو چھوڑ دو۔ پھر آپؐ نے خود عُمیر سے پوچھا، کیسے آنا ہوا ؟

عُمیر نے جواب دیا، کچھ نہیں اپنے بیٹے (وَہب) کو چھُڑانے آیا ہوں جو آپ کے ہاں قیدیوں میں شامل ہے۔

آپؐ نے فرمایا سچ بولو کیا تم صرف اپنے بیٹے کو چھڑانے آئے ہو؟

عُمیر نے وہی جواب دیا، جی ہاں اور کوئی مقصد نہیں۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا، تم اور صَفوان نے حطیم کعبہ میں بیٹھکر کیا مشورہ کیا تھا ؟

عُمیر پر اس سوال سے سکتہ طاری ہوگیا، سنبھل کر کہا میں نے کیا مشورہ کیا ہے ؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا، تو نے میرے قتل کرنے کا ذمّہ لیا تھا اس شرط پر

کہ صفوان تیرے اہل وعیال کی ذمّہ داری اور تیرا قرض ادا کر دیگا، کیا یہ معاہدہ تم دونوں میں نہیں ہوا ؟

عُمیر پر لرزہ طاری ہوگیا، فوری اعتراف کرلیا اور کہنے لگا، بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ کو اللہ ہی نے خبر دی ہے، اس واقعہ کا علم سوائے میرے اور صَفوان کے کسی اور کو نہ تھا، میں آپ پر ایمان لاتا ہوں آپ اللہ کے رسول ہیں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا اپنے اِس بھائی کو دین کی باتیں سمجھاؤ اور قرآن پڑھاؤ اور اس کے قیدی (بیٹے) کو اس کے حوالہ کردو۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس خُلقِ عظیم کو دیکھکر عُمیر پُراعتماد لہجہ میں کہنے لگا۔

یارسول اللہ! میں نے اسلام کو مٹانے کی بھرپُور کوشش کی، مسلمانوں کو ہر طرح ستایا، اَب آپ اجازت دیجئے مکّۃُ المکرّمہ جاکر اسلام کی تبلیغ کروں اور آپ کے دشمنوں کو ویسا ہی ستاؤں جیسا کہ میں نے اس سے پہلے اللہ کے دوستوں کو ستایا ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے عُمیرؓ کو واپس جانیکی اجازت دے دی۔ عُمیرؓ مدینہ طیّبہ سے روانہ ہوئے،

اُدھر مکّۃُ المکرّمہ میں صفوان بن اُمیّہ لوگوں سے کہتا پھر رہا تھا، لوگو! چند ہی روز بعد میں تمکو ایسی خوشخبری دوں گا جو تمکو جنگِ بدر کا صدمہ بھُلا دے۔

اتنے میں مدینہ طیّبہ سے عُمیر بن وہبؓ کے اسلام قبول کر لینے کی خبر پہنچی، صفوان آگ بگولہ ہوگیا اور قسم کھائی کہ عُمیرؓ سے نہ بات کرے گا اور نہ اُس کے اہل وعیال کی کفالت، نہ اسکا قرض ادا کرے گا۔

عُمیر بن وہبؓ مکۃ المکرمہ پہنچے اور تبلیغِ اسلام میں مشغول ہوگئے، بہت سارے لوگوں نے آپ کی دعوت قبول کی اور مسلمان ہوگئے، پھر حضرت عُمیرؓ نے کچھ طاقت بھی جمع کرلی اور اسلام کے دشمنوں کو خوب خوب پریشان کیا۔ فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰی وَالْاٰخِرَۃِ۔

جنگِ بدر کے چودہ ۱۴ شہیدؓ

۱: سیّدنا عُبیدہ بن الحارث مُہاجریؓ:-

جنگِ بدر میں ایک مشرک کے اچانک وار پر ان کا پیر جُدا ہوگیا تھا، اختتامِ جنگ کے بعد اسی حالت میں ان کو مدینہ طیّبہ لے جایا جا رہا تھا، درمیان راہ مقام صفرآء (موجودہ نام حمرآء طریق جدّہ/مدینہ) میں وفات پائی اور یہیں مدفون ہوئے۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ

اس حادثے کے کچھ عرصہ بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کیساتھ اثنائے سفر مقام صفرآء میں قیام فرمایا تھا، صحابہ کرامؓ نے آپؐ سے عرض کیا یا رسول اللہ یہاں مُشک کی خوشبو مہک رہی ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا، تعجب کیا ہے یہاں ابُو معاویہ (عُبیدہ بن الحارثؓ) کی قبر ہے۔ لا اِلٰہ اِلّا اللّٰہ (اصابہ ج ۲ ص ۴۲۵)

۲: سیّدنا عُمیر بن ابی وقّاص مُہاجریؓ:-

یہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے چھوٹے بھائی ہیں۔ حضرت سعدؓ فرماتے ہیں جب بدر جانے کے لئے صحابہ جمع ہو رہے تھے تو میں نے اپنے چھوٹے بھائی عُمیرؓ کو دیکھا کہ اِدھر اُدھر چھپتا پھر رہا ہے۔

میں نے اس سے کہا، آخر تجھ کو کیا ہو گیا؟

کہا، اندیشہ ہے اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجھکو دیکھ لیں تو کم عمر خیال فرما کر واپس کر دیں، لیکن میں بہرحال بدر جانا چاہتا ہوں شاید اللہ شہادت نصیب کر دے۔

حضرت سعدؓ فرماتے ہیں، جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لشکر کا معائنہ فرمایا تو میرے چھوٹے بھائی عُمیرؓ کو بھی پیش کیا گیا، آپؐ نے عُمیرؓ کو کم عمری کی وجہ سے واپس ہو جانے کا حکم دے دیا۔

یہ سُنکر عُمیرؓ رو پڑا، آپؐ نے اُس کا ذوق و شوق دیکھکر شرکت کی اجازت دے دی، بالآخر عُمیرؓ جنگِ بدر کے مجاہدین میں شریک ہو گئے اور جامِ شہادت نوش کیا اسوقت عُمیرؓ کی عمر سولہ سال تھی۔ رَضِیَ اللہُ عَنہُ (اصابہ ج ۳ ص ۳۵)

۳: سیّدنا ذُوالشِّمالَین بن عبدِ عمر مُہاجریؓ:۔

امام الحدیث ابن شہاب زُہریؒ اور مشہور اسلامی مؤرّخ ابن سعدؒ فرماتے ہیں کہ ذُوالیدین اور ذُوالشمالین ایک ہی صحابی کے دو نام ہیں لیکن اور محدّثین لکھتے ہیں کہ ذُوالشّمالین تو جنگِ بدر میں شہید ہوئے اور ذُوالیدین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بھی با حیات تھے، لہٰذا دونوں علیحدہ شخصیتیں ہیں۔ رضی اللہ عنہُ

کہا جاتا ہے کہ اِن کا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ سے کچھ چھوٹا تھا۔ تغلیباً ذوالشمالین کہا گیا۔

۴: سیّدنا عاقل بن البُکیر مُہاجریؓ:۔

اسلام کے سابقین اوّلین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ دار ارقم میں (جہاں سیّدنا عمرؓ کی بہن و بہنوئی حضرت خبّابؓ رہا کرتے تھے) مشرّف باسلام ہوئے۔ ان کا پہلا نام غافل تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسلام قبول کرنے کے بعد ان کا نام عاقل بن بُکیر کر دیا۔

جنگِ بدر میں شہید ہوئے اس وقت اِن کی عمرُ چونتیس ۳۴ سال تھی۔

رَضِیَ اللہُ عَنہُ

۵: سیّدنا مہجع بن صالح مہاجریؓ:۔

مشہور تابعی حضرت سعید بن المسیّبؒ سے منقول ہے، جنگِ بدر میں جب قتل و قتال عروج پر تھا حضرت مہجعؓ کی زبان پر یہ کلمات تھے جس کو وہ بار بار دُہرا رہے تھے:

اَنَا مَھْجَعُ وَ اِلٰی رَبِّیْ اَرْجِعُ، میں مہجع ہوں اپنے رب کی جانب لوٹنے والا۔ بدر میں شہید ہو گئے۔ رَضِیَ اللہُ عَنہُ

۶: سیّدنا صفوان بن بیضا مہاجریؓ:۔

(وَفِیْ رِوَایَۃٍ صفوان بن وہب)

غزوۂ بدر میں شریک ہوئے، طُعیمہ بن عدی مشرک کے ہاتھ شہید ہوئے۔ رَضِیَ اللہُ عَنہُ

۷ : سیّدنا سعد بن خیثمہ انصاریؓ:۔

حضرت سعدؓ کی یہ خصوصیت ہے کہ خود بھی صحابی ہیں اِن کے والد خیثمہؓ انصاری بھی صحابی ہیں۔ مزید یہ کہ دونوں باپ بیٹے شہید بھی ہوئے اس لئے ان کو "صحابی بن صحابی" "شہید بن شہید" کہا جاتا ہے۔

صاحبزادے حضرت سعدؓ غزوۂ بدر میں اور باپ حضرت خیثمہؓ غزوۂ اُحد میں شہید ہوئے ہیں۔ رضی اللہ عنہم

حضرت سعد بن خیثمہؓ بیعت عُقبہ میں بھی شریک ہوئے ہیں۔ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو قبیلہ بنوعمر کا نقیب (نگراں) بنایا تھا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں جب ابوسُفیان کے تجارتی قافلے کے تعاقب کا حکم دیا تھا (اس تعاقب کا انجام غزوۂ بدر کی شکل میں ظاہر ہوا) حضرت سعدؓ کے والد حضرت خیثمہؓ نے اپنے بیٹے سعدؓ سے کہا تھا، بیٹا ہم میں سے ایک کا بچّوں اور عورتوں کی حفاظت وخدمت کے لئے گھر رہنا ضروری ہے۔ بیٹا تم ایثار کرو، مجھکو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بدر جانے کی اجازت دو اور تم گھر کی نگرانی کے لئے ٹھیر جاؤ؟

صاحبزادے سعدؓ نے ادب واحترام سے معذرت کی اور یہ عرض کیا:

لَوْ كَانَ غَيْرَ الْجَنَّةِ لَاٰثَرْتُكَ بِهٖ اِنِّيْ اَرْجُوا الشَّهَادَةَ فِيْ وَجْهِيْ هٰذَا۔

ابّاجان! جنّت کے سوا اور کوئی معاملہ ہوتا تو میں ضرور ایثار کرتا اور آپکو اپنے نفس پر ترجیح دیتا لیکن میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس مبارک سفر

میں اپنے شہید ہونے کی قوی اُمیّد رکھتا ہوں براہِ کرم مجھکو نہ روکیں۔

باپ حضرت خیثمہؓ نے بیٹے کی اِس تفہیم پر اتفاق نہ کیا آخر باپ بیٹے دونوں میں قرعہ اندازی ہوئی۔ (قرعہ اندازی اگرچہ شرعی عمل نہیں لیکن اختلاف ونزاع ختم کرنے کے لئے ایسا کیا جاسکتا ہے) بہرحال قرعہ اندازی میں بیٹے حضرت سعدؓ کا نام نِکلا، باپ نے اتفاق کرلیا اور گھر کی نگرانی کے لئے ٹھیر گئے۔ صاحبزادے حضرت سعدؓ شاداں وفرحاں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ بدر کی جانب روانہ ہوگئے۔

معرکہ بدر میں نہایت بے جگری سے لڑے بالآخر شہید ہوگئے اور اپنی مُراد پالی۔ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ

۸ : سیّدنا عُمیر بن الحمّام انصاریؓ:۔

کتاب صحیح مسلم شریف میں حضرت انسؓ کی روایت ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے معرکہ بدر کے دن ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! دوڑو اس جنّت کی طرف جسکا عرض آسمان وزمین کے برابر ہے"

حضرت عُمیر بن الحمّامؓ نے بے ساختہ بَخٍ بَخٍ (واہ واہ) کہنا شروع کردیا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عُمیرؓ سے فرمایا، اے عُمیرؓ تجھکو کیا ہوگیا؟

حضرت عُمیرؓ نے کہا، یارسول اللہ! کچھ نہیں صرف یہی اُمّید ہے کہ میں جنّت والوں میں شامل ہوجاؤں،

آپؐ نے ارشاد فرمایا، فَاِنَّكَ مِنْ اَهْلِهَا، بیشک تو اہلِ جنّت میں شامل ہے۔

اسوقت حضرت عمیرؓ شدتِ بھوک سے خشک کھجوریں کھا رہے تھے، ہاتھ کی کھجوریں پھینک دیں اور کہنے لگے اگر میں انکے کھانے میں مشغول رہا تو پھر زندگی بڑی طویل ہو گی فوراً جہاد میں مشغول ہو گئے اور کچھ ہی دیر بعد جامِ شہادت نوش کیا۔ فسقاہ اللہ من انہار الجنۃ (اصابہ ج۲ ص۳۱)

۹: سیّدنا مبشر بن عبد المنذر انصاریؓ:۔

۱۰: سیّدنا یزید بن حارث انصاریؓ:۔

یہ دونوں صحابی بھی غزوۂ بدر کے شرکاء میں شامل ہیں اور اسی غزوہ میں شہید بھی ہو گئے۔ رضی اللہ عنہم

۱۱: سیّدنا رافع بن معلّٰی انصاریؓ:۔

یہ صحابی بھی بدر میں شہید ہوئے۔ رضی اللہ عنہ

۱۲: سیّدنا حارثہ بن سُراقہ انصاریؓ:۔

حضرت حارثہؓ "صحابی ابن صحابی" اور "شہید ابن شہید" ہیں، حضرت حارثہؓ غزوۂ بدر میں شہید ہوئے اور اُن کے والد حضرت سُراقہ بن الحارثؓ غزوۂ حنین ماہ شوال ۸ھ ہجری میں شہید ہوئے ہیں۔

حضرت حارثہؓ شہادت کے وقت نوجوان تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب بدر سے مدینہ طیبہ واپس ہوئے حضرت حارثہؓ کی والدہ سیّدہ رُبَیّع بنت نضرؓ آپؐ کی خدمت میں آئیں اور اس طرح عرض معروض کیں:

یا رسول اللہ! آپ کو خوب معلوم ہے مجھکو اپنے بیٹے حارثہؓ سے کسقدر محبت تھی، یا رسول اللہ! اگر وہ جنّت میں ہے تو میں صبر کر لوں گی اور اپنے رب سے اپنے لئے اجر و ثواب کی اُمیّد رکھوں گی، اور اگر دوسری صورت ہے تو پھر آپؐ دیکھیں گے کہ میں کیا کروں گی؟ (آہ و فُغاں وغیرہ)

آپؐ نے ارشاد فرمایا، کیا تو دیوانی ہو گئی؟ تیرا بیٹا تو جنّتُ الفردوس میں مقیم ہو چکا ہے۔ لا الٰہ الا اللہ (بخاری و مسلم)

۱۳: سیّدنا عوف بن حارث انصاریؓ:۔

۱۴: سیّدنا مُعوّذ بن حارث انصاریؓ:۔

یہ دونوں حقیقی بھائی ہیں، دونوں ہی بدر کے شہداء میں شامل ہیں بڑے بھائی عوف بن حارثؓ نے میدانِ بدر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ بندے کا کونسا عمل ربُّ العالمین کو ہنساتا ہے (خوش کرتا ہے)؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا، بندے کا بے خوف ہو کر دشمن کے خون سے اپنا ہاتھ رنگ لینا۔

عوف بن حارثؓ نے یہ سُنتے ہی اپنا آہنی جنگی لباس اُتار پھینکا اور ہلکے پھُلکے ہو کر دشمنوں کی صف میں گھُس پڑے اور ایسا معرکہ انجام دیا کہ دشمن حیران تھے بالآخر شہید ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ

دوسرے بھائی معوّذ بن حارثؓ یہ کم سن نوجوان بھی بدر میں شہید ہوئے، جنگ بدر میں جن دو کم عمر لڑکوں نے قریش کے سب سے بڑے سردار

فرعونِ ثانی ابُوجہل کو ڈھیر کردیا تھا، ان میں ایک ہی مُعوّذ بن حارث انصاریؓ ہیں اور دوسرے ان کے بھائی معاذ بن حارثؓ ہیں۔

ملحوظہ:۔ اِن چودہ ۱۴ شہیدوں میں تیرہ ۱۳ شہید میدانِ بدر کے ایک مختصر احاطے میں آسودۂ خواب ہیں جو آجکل قدیم شاہراہ جدّہ/مدینہ کے درمیان واقع ہے، البتہ ایک شہید حضرت عُبیدہ بن الحارثؓ مقام صفراء (بدر/مدینہ کے درمیان) میں آرام فرما ہیں۔ زخمی حالت میں تھے درمیانِ راہ انتقال کرگئے جبکہ انھیں مدینہ طیبّہ لے جایا جارہا تھا۔

سیّدہ عفراءؓ:۔

یہ وہ مُبارک فدائی خاتون ہیں جنھوں نے اسلام اور رسولِ اسلام پر جان دینا زندگی کا عزیز ترین مقصد قرار دے لیا تھا، ان کے پہلے مرحوم شوہر سے تین بیٹے عوف بن حارثؓ، معاذ بن حارثؓ، مُعوّذ بن حارثؓ تھے۔ دوسرے شوہر سے چار ۴ بیٹے ایاسؓ، عاقلؓ، خالدؓ، عامرؓ تھے۔

سیّدہ عفراءؓ وہ واحد خوش نصیب خاتون ہیں جن کے ساتوں ۷ بیٹے جنگِ بدر میں شریک رہے ہیں۔

غزواتِ نبوی میں یہ واحد غزوہ ہے جس کے تمام شرکاء کو جنّت کی بشارت دے دی گئی، یہ جملہ تین سو تیرہ ۳۱۳ اصحاب تھے۔

رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ۔

بدر کے دو ۲ کمسن مُجاہد معاذؓ مُعوّذؓ:۔

جنگِ بدر میں جہاں زور آزما، تجربہ کار، سن رسیدہ حضرات نے شرکت کی وہاں کم سن بچوّں نے بھی بھرپور حصّہ لیا ہے، ان میں خصوصیت سے دو ۲ بچوّں کا تذکرہ تاریخِ شجاعت وجوانمردی میں ذوق وشوق سے پڑھا گیا۔

یہ دو ۲ کمسن بچےّ مُعاذؓ اور مُعوّذؓ دونوں بھائی میدانِ بدر میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے آزو بازو تھے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کہتے ہیں کہ جب میری نظر ان بچوّں پر پڑی تو خیال آیا کہ ایسے پُرخطر جنگی موقعہ پر کوئی جوان مضبوط آدمی قریب ہوتا جو ضرورت پر مدد کرتا، یہ بچےّ کیا مدد کریں گے جبکہ وہ خود مدد کے محتاج ہیں، میں اسی خیال میں تھا کہ ایک لڑکے مُعاذؓ نے آہستہ سے کہا۔

چچاجان! دشمن کی صفوں میں ابُوجہل کون ہے؟

میں نے کہا بیٹا ابوجہل کو دیکھکر کیا کروگے؟

لڑکے نے جواب دیا، مجھکو یہ معلوم ہے کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شان میں سخت ترین گُستاخیاں کرتا رہا ہے اور آپؐ کو بہت پریشان کررکھا ہے۔ میں نے اللہ سے عہد کر رکھا ہے اگر میں ابُوجہل کو دیکھ لوں تو اُسکو قتل کرڈالوں۔

حضرت عبدُالرّحمٰن بن عوفؓ کہتے ہیں، بچےّ کی اس جرأت وبیباکی پر میرا وہ وسوسہ دُور ہوگیا، میں نے اپنے ہاتھ کے اشارہ سے بتایا دیکھو! وہ ابُوجہل ہے۔

بس اتنا سننا ہی تھا دونوں بچے معاذؓ و معوّذؓ باز و شکرے کیطرح لپک پڑے اور آناً فاناً ابوجہل پر ایسی بے جگری سے وار کردیا کہ وہ سنبھل نہ پایا اور دیکھتے ہی دیکھتے زمین پر ڈھیر ہوگیا، نہ اُس کی حیثیت وقوت کام آئی اور نہ اس کی حفاظت کرنیوالے کام آئے۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کا دشمن خاک و خون میں لت پت ہوگیا۔

ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے (جو اس وقت مسلمان نہ تھا) اپنے باپ کی حمایت میں معاذؓ کے شانے پر اس زور سے وار کیا کہ معاذؓ کا پورا ہاتھ کٹ گیا لیکن کاندھے سے لٹکتا رہا۔

کم سن معاذؓ شام تک اسی حالت میں مقابلہ کرتے رہے۔ ہاتھ کے مسلسل لٹکتے رہنے سے تکلیف ناقابلِ برداشت ہوگئی اور تیزی پھرتی میں فرق آنے لگا تو ہاتھ اپنے قدم کے نیچے دبا کر اس زور سے کھینچا کہ ہاتھ کاندھے سے جدا ہوگیا۔

اپنا کٹا ہاتھ پھینک کر دوسرے ہاتھ سے تلوار چلاتے رہے یہاں تک کہ مسلمانوں کو بدر میں فتح حاصل ہوگئی۔

حضرت معاذؓ اسی یک دستی حالت میں سیدنا عثمان غنیؓ کی خلافت تک زندہ رہے ہیں، البتہ ان کے دوسرے بھائی معوّذؓ جنگِ بدر میں شہید ہوگئے تھے۔

رضی اللہ عنہم۔

غزوۂ اُحد کے چند جانثار

اُحد مدینہ طیبہ کی ایک پہاڑی کا نام ہے جو مسجد نبوی شریف سے بجانب جنوب تقریباً ۲ دو میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔

یہی وہ مقام ہے جہاں ماہِ شوّال ۳ سنہ ہجری مطابق ماہ جنوری ۶۲۵ سنہ ء میں اسلام و کفر کا دوسرا معرکہ پیش آیا۔ اس غزوہ کی تفصیل قرآن حکیم، کتب احادیث اور تاریخ اسلامی کی مستند کتابوں میں موجود ہے۔ (ہماری کتاب "ہدایت کے چراغ" جلد ۲ ص ۵۳۶ پر یہ تفصیلات درج ہیں)۔

جنگ بدر ۲ سنہ ہجری میں قریشِ مکّہ کو جو ذلّت آمیز شکست ہوئی اور جس میں ان کے نامی گرامی سردار مارے گئے تھے اور ایک بڑی تعداد قید بھی ہوئی، یہ ایسی شرمناک شکست تھی جس سے مشرکینِ مکّہ کا ہر گھر سوگوار تھا، اسطرح قریش کے دوست قبائل بھی نوحہ خواں تھے۔

ابوسفیان نے جو قریش کا صدر الصدور تھا یہ قسم کھالی تھی کہ جب تک بدر کا انتقام نہ لوں گا نہ غسل کروں گا نہ اپنا لباس تبدیل کروں گا، (زمانۂ جاہلیت کا سربرآوردہ ایسے ہی ہوا کرتا تھا)۔

ابوجہل کے جواں سال بیٹے عکرمہ نے بن ابی جہل اور دوسرے نوجوانوں کی تقریریں اور قریشی عورتوں کی نوحہ خوانی و طعنہ زنی مسلمانوں سے ایک فیصلہ کُن مقابلہ کے لئے ماحول پیدا کررہی تھیں، وہ یہ چاہتے تھے کہ جس طرح جنگِ بدر میں

مسلمانوں کو سربلندی و فیصلہ کن غلبہ ہوا اسی طرح اہلِ مکّہ کو بھی اسلام اور مسلمانوں پر سربلندی ہو جائے۔

خاص طور پر قریش کے ستّر نامی گرامی سرداروں کے خون کا بھرپور بدلہ مل جائے جو جنگِ بدر میں مارے گئے تھے، چنانچہ ابُوسفیان اپنی صدارت میں مکّہ کے تین ہزار مسلّح سُورماؤں کا لشکر لے کر مدینہ طیّبہ کے قریب جبلِ اُحد کے مقابل خیمہ زن ہو گیا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس ناگہانی صورت پر اپنے اصحاب سے مشورہ کیا، عمر رسیدہ اصحاب نے تو یہ مشورہ دیا کہ اندرونِ شہر ہی رہ کر مقابلہ کیا جائے تاکہ ہمیں شہر کی بھرپُور سہولت و طاقت حاصل رہے۔ نوجوان اصحاب نے مشورہ دیا کہ شہر سے باہر نکل کر ہی دشمن کا مقابلہ کیا جائے تاکہ دشمن پریشان ہو جائے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے دونوں مشورے سُنکر سکُوت اختیار فرمایا اور اپنے حُجرے میں تشریف لے گئے۔

عمر رسیدہ صحابہ نے اپنے چھوٹوں کی رائے پر ملامت کی کہ اُنھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے رُجحان کے خلاف رائے دی اور آپؐ کو فکرمند کر دیا۔

کچھ ہی دیر بعد آپؐ حُجرے سے باہر تشریف لائے تو جنگی لباس زیبِ تن تھا، نوجوان صحابہ کو ندامت ہوئی اور عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے بڑوں نے جو مشورہ دیا تھا اُسی کو قبول فرمالیں (یعنی اندرونِ شہر رہکر ہی دشمن کا مقابلہ کیا جائے)۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"کسی نبی کا یہ مزاج نہیں کہ جب وہ اللہ کی راہ میں ہتھیار اُٹھالے پھر بغیر مقابلہ ہتھیار ڈال دے، اب اللہ کا نام لے کر میدان کی طرف چلو"

چنانچہ آپؐ مدینہ طیّبہ سے جبلِ اُحد پہنچے، سات سو مخلصین فداکار صحابہؓ آپؐ کے ساتھ تھے۔

ان جانثارانِ اُحد کے چند واقعات مطالعہ کیجئے۔

۱: کمسن رافع بن خدیجؓ اور سَمُرۃ بن جندبؓ:

جبلِ اُحد کے قریب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لشکرِ اسلام کا جائزہ لیا اس میں آگے آگے چند کم سن بچے بھی تھے، آپؐ نے اُنھیں لشکر سے علیحدہ کیا اور واپس ہو جانے کا حکم دیا۔

رافع بن خدیجؓ جو کم عمر تھے یہ صورتِ حال دیکھکر مجاہدین کی صف میں پنجوں کے بل کھڑے ہو گئے تاکہ دراز قد نظر آئیں، چنانچہ اُن کی یہ فداکارانہ تدبیر کامیاب ہو گئی اور وہ مجاہدین میں شریک کر لئے گئے۔

لیکن اِنہی کے ایک ہم عمر سَمُرۃ بن جندبؓ کو جب مدینہ طیّبہ واپس جانیکا حکم ملا تو وہ بے ساختہ رُو پڑے، اسی حالت میں ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا دیا گیا۔

پہنچتے ہی سَمُرۃؓ نے عرض کرنا شروع کیا:

یا رسول اللہ! اگر رافعؓ اس جنگ میں شریک ہو سکتا ہے تو

میں کیوں خارج کیا جارہا ہوں؟ جبکہ میں قوت وطاقت میں رافعؓ سے بہتر ہوں۔ میں نے بارہا رافعؓ کو کشتی میں پچھاڑ دیا ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سمرۃؓ کی اُوالوا العزمی دیکھکر دونوں میں کشتی کروائی، سمرۃؓ نے آناً فاناً رافعؓ کو چت کردیا۔ اس طرح سمرۃؓ بھی مجاہدین میں شریک کرلئے گئے۔ (طبری ج ۲ صـ ۱۲)

۲: حضرت ابُودُجانہؓ:۔

غزوۂ اُحد میں آغاز جنگ سے کچھ پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک تلوار ہاتھ میں لیکر ارشاد فرمایا:

مَنْ يَأْخُذُ هٰذَا السَّيْفَ بِحَقِّهٖ۔

کون ہے جو اس تلوار کو اس کے حق کے ساتھ لے؟

یہ سُنتے ہی مُجاہدین میں بہت سے ہاتھ اس سعادت کو لینے کیلئے اُٹھ گئے مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مُبارک روک لیا، اتنے میں ابُودُجانہؓ اُٹھے اور عرض کیا، یارسول اللہ! اس تلوار کا حق کیا ہے؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا، حق یہ ہے کہ اس سے اسلام کے دشمنوں کو مارے یہاں تک کہ یہ خم ہوجائے (یا ٹوٹ جائے)۔

حضرت ابُودُجانہؓ نے کہا، یارسول اللہ! میں اس تلوار کو اس کے حق کے ساتھ لیتا ہوں۔

آپؐ نے وہ تلوار ابُودُجانہؓ کو دے دی۔ (صحیح مسلم ومُسند احمد)

حضرت ابُودُجانہؓ بڑے دلیر و نہایت غیوّر آدمی تھے، انھوں نے اپنا

سُرخ عمامہ نکالا اور سر پر باندھ لیا، پھر اکڑتے مکڑتے، نازو مستی سے بیر پٹکتے مشرکین کی صفوں کی جانب چل پڑے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب اُنھیں اس حالتِ مستانہ میں دیکھا تو صحابہؓ سے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کو یہ چال پسند نہیں مگر ایسے وقت (یعنی میدانِ جہاد میں یہ چال اللہ کو بہت پسند ہے)۔

حضرت ابُودُجانہؓ مشرکین کی صفوں کو چیرتے پھاڑتے چلے جارہے تھے جو بھی مقابل ہوتا اسکی لاش زمین پر نظر آتی، یہاں تک کہ ابوسفیان (سالارِ مشرکین) کی بیوی ہندہ سامنے آگئی، حضرت ابُودُجانہؓ نے اس پر تلوار اٹھائی تھی کہ فوراً ہاتھ روک لیا۔

بعد میں کہا کرتے تھے کہ مجھکو یہ بات اچھی نہ معلوم ہوئی کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عطا کردہ تلوار کو ایک بے طاقت عورت پر چلادوں۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

ایک موقع پر جب دشمنوں کے بے شمار تیر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جانب آنے لگے حضرت ابُودُجانہؓ سپر بنکر آپؐ کے سامنے کھڑے ہوگئے، تیر پر تیر آرہے تھے مگر ابُودُجانہؓ حرکت نہیں کرتے کہ کہیں کوئی تیر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو نہ لگ جائے، ہر تیر کو اپنی آہنی ڈھال سے روک لیا کرتے۔

(البدایہ والنہایہ ج ۴ صـ ۱۶)

۳: سیّدنا حمزہؓ:

جنگ اُحد باقاعدہ شروع ہوگئی سیّدنا حمزہؓ کے دلیرانہ اور پے در پے حملوں سے مشرکین کی صفوں میں خوف و انتشار پھیلنے لگا، جس پر بھی تلوار اُٹھاتے اُس کا جسم موت کے گھاٹ اُترتا، جس طرف بھی نکل جاتے میدان خالی خالی ہوجاتا، مشرکین پر اللہ کا قہر و غضب تھا جو سیّدنا حمزہؓ کے بال بال سے پھوٹ رہا تھا۔

مشرکین کی منظّم و مضبوط صفیں درہم برہم ہوگئیں، سیّدنا حمزہؓ جنگل کے شیر کی طرح چار جانب گھوم رہے تھے، وحشی بن حرب (کافر غلام) سیّدنا حمزہؓ کی تاک میں چھپتا چھپاتا پھر رہا تھا ایک موقع پر وہ سیّدنا حمزہؓ کی تاک میں ٹیلے کے پیچھے چھپکر بیٹھ گیا، سیّدنا حمزہؓ اپنی کارروائی میں اُدھر سے گزر ہی رہے تھے کہ بزدل وحشی نے پیچھے سے نیزہ مار دیا جو آر پار ہوگیا، سیّدنا حمزہؓ چند قدم چلے مگر لڑکھڑا کر گر پڑے اور جامِ شہادت نوش کیا۔

سیّدنا حمزہؓ کی وفات کے بعد بزدل مشرکوں نے اپنا جھوٹا بغض و بخار اُتارا، سیّدنا حمزہؓ کی لاش کو بری طرح بگاڑ دیا، جسم پاک کے سارے اعضاء الگ الگ کردیئے، آخر میں ابوسفیان کی کافرہ بیوی ہندہ نے بعد اختتامِ جنگ بچے کچے جسم سے سینہ پاک چاک کرکے قلب پاک کی بے حرمتی کی۔

فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَافِرِيْنَ۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے بزرگ چچا سیّدنا حمزہؓ کی یہ ناگفتنی حالت دیکھی دل بھر آیا، آنسو نکل پڑے، بدن کے ٹکڑوں سے خطاب کیا:

"پیارے چچا! تم پر اللہ کی رحمت ہو جہاں تک مجھ کو علم ہے آپ بڑے نیک و صلہ رحمی کرنے والے انسان تھے، پیارے چچا! اگر صفیہؓ (سیّدنا حمزہؓ کی بہن) آپ کی یہ مسخ کردہ حالت دیکھکر غم و دُکھ سے بے ہوش نہ ہوجاتی تو میں جسم کے ان ٹکڑوں کو میدانِ اُحد میں اسی طرح چھوڑ جاتا تاکہ جنگل کے درندے پرندے ان کو اپنا اپنا لقمہ بنالیں پھر قیامت کے دن پوری شان و آن سے ہر ہر جانور کے پیٹ سے آپ کا حشر ہوتا۔" لا الٰہ الا اللہ

معجم طبرانی کی روایت ہے، آپؐ نے سیّدنا حمزہؓ کو "سیّد الشہداء" کا خطاب عنایت کیا۔

سیّدنا حمزہؓ قیامت تک سارے شہیدوں کے سردار رہینگے۔ رضی اللہ عنہ

۴: سیّدنا حنظلہؓ:

معرکہ اُحد میں حضرت حنظلہؓ پوری بے جگری و بے خوفی سے جان کی پروا کئے بغیر دشمنوں کی صفوں میں ہلچل و سراسیمگی پھیلا رہے تھے۔

حضرت حنظلہؓ کی دلیری و شجاعت کا یہ حال تھا کہ مشرکوں کے سردار ابوسفیان کے (جو اس معرکہ میں کمانڈر انچیف کی حیثیت سے اپنے محافظوں کی سخت ترین حفاظت میں محصور تھا) آناً فاناً قریب ہوگئے لپک کر حملہ کر رہے تھے کہ ابوسفیان کا ایک محافظ شداد بن اوس نے آپ پر حملہ کردیا جس سے حضرت حنظلہؓ شہید ہوگئے۔ رضی اللہ عنہ

شہادت کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"میں نے دیکھا کہ حنظلہؓ کی لاش کو بادلوں میں فرشتے غسل دے رہے ہیں"۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں کہ جب اُن کی لاش اُٹھائی گئی تو جسم پاک سے تازہ شفاف پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ حضرت حنظلہؓ کو "غسیل الملائکہ" کہا جاتا ہے۔ (وہ جن کو فرشتوں نے غسل دیا)۔ (روض الانف ج ۲، ص ۱۴۳)

۵: سیّدنا مُصعب بن عُمیرؓ:

غزوۂ اُحد میں پچاس ۵۰ افراد کی ایک جماعت کو پہاڑی کی ایک گھاٹی پر متعین کر دیا گیا تھا تاکہ اس راستے سے دشمن حملہ آور نہ ہو سکے، اس جماعت کے امیر حضرت عبداللہ بن جُبیرؓ تھے۔

دورانِ جنگ ایک موقع ایسا بھی آیا کہ دشمن کے پیر اُکھڑ گئے اور وہ دائیں بائیں بھاگ کھڑے ہوئے، اِن کی عورتیں جو اس جنگ میں ہاتھ بٹانے آئیں تھیں بدحواس ہو کر پہاڑیوں کی جانب دوڑ پڑیں، مُسلم مجاہدین دشمنوں کا مالِ غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہو گئے۔

فتح مندی کی یہ حالت دیکھکر گھاٹی کے محافظ بھی نیچے اُتر آئے امیر جماعت نے اگرچہ شدّت سے منع کیا لیکن عجلت پسند حضرات آخر نکل گئے صرف دس ۱۰ بارہ ۱۲ مجاہدین امیر کے ساتھ رہ گئے۔

خالد بن ولید جو مشرکینِ مکّہ کی صفوں میں تھے درّہ خالی دیکھکر گھاٹی کیجانب چڑھ آئے اور اُن دس ۱۰ حضرات پر حملہ آور ہو کر اُنھیں شہید کر دیا، پھر نیچے میدان میں اُتر کر مسلمانوں پر جو مالِ غنیمت جمع کر رہے تھے ٹوٹ پڑے۔ اس

ناگہانی و یکبارگی حملہ سے مسلمانوں میں انتشار پیدا ہو گیا، بہت سے مجاہدین تو ایسے تھے کہ انھوں نے اپنا اسلحہ بھی اُتار دیا تھا اور بعض بالکل مطمئن و بے اندیشہ ہو گئے تھے۔

مُسلم فوج کے عَلم بردار حضرت مُصعب بن عُمیرؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قریب تھے، مشرکین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قریب آگئے، سیّدنا مُصعب بن عُمیرؓ نے بے جگری سے اِن کا مقابلہ کیا بالآخر شہید ہو گئے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فوجی عَلَم سیّدنا علیؓ کے سُپرد فرمایا، سیّدنا علیؓ آپؐ کی حفاظت کے لئے آپؐ کے سامنے آگئے چونکہ حضرت مُصعب بن عُمیرؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہم شکل تھے، شیطان نے یہ افواہ اُڑا دی کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) شہید ہو گئے۔

اس شیطانی افواہ نے مسلمانوں میں مزید اضطراب پیدا کر دیا، مسلمان بدحواس ہو گئے۔ اسی بدحواسی و انتشار میں دوست دشمن کا امتیاز باقی نہ رہا اور آپس میں ایک دوسرے پر تلواریں چلنے لگیں۔ مشہور صحابی حضرت حذیفۃ الیمانؓ کے مسلمان والد حضرت یمانؓ اسی اضطرابی حالت میں ایک مسلمان کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ (بُخاری، غزوۂ اُحد)

آخر اللہ کی نصرت و تائید شاملِ حال ہوئی، چند ثابت قدم صحابہؓ نے منتشر مجاہدین کو آواز دی:

مسلمانو! اگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے شہید ہو جانیکی خبر صحیح ہے تو اب زندہ رہ کر کیا کریں، آؤ! جنگ کا فیصلہ کر لیں۔

کچھ ہی دیر نہ لگی صحابہ چار جانب سے پروانہ وار جمع ہو گئے، پھر میدان

مسلمانوں کے ہاتھ آگیا، مشرکین بھاگ کھڑے ہوگئے، شکست فتحمندی میں تبدیل ہوگئی، اِسکے بعد میدانِ اُحد مسلمانوں کے ہاتھ آگیا۔

۶: سات رفیقِ جنّت :۔

یہ ساتؓ انصاری صحابہؓ تھے جنھوں نے میدانِ اُحد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے "رفیقِ جنّت" ہونے کی سند لی ہے۔ ان کے اسمائے گرامی مؤرخ ابن سعدؒ نے نقل کئے ہیں۔

صحیح مسلم میں حضرت انسؓ سے ایک روایت منقول ہے۔ میدانِ اُحد میں ایک وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر مشرکین کا ایسا شدید دباؤ بڑھ گیا کہ آپؐ نے بلند آواز سے منتشر صحابہ کو خطاب کیا:

"کوئی ہے جو ان مشرکین کو مجھ سے دُور کردے؟ اور جنّت میں میرا رفیق بنے؟"

اہلِ مدینہ کے ساتؓ انصاری فداکار جو اُس وقت آپؐ کے قریب تھے باری باری سے آپؐ کے سامنے آئے اور مشرکین سے لڑکر شہید ہوگئے۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۰۷)

ان ساتوںؓ میں حضرت زیاد بن السکنؓ کو یہ شرف ملا جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے زخمی ہوکر گر پڑے، آپؐ نے فرمایا، اِن کو میرے قریب لاؤ چنانچہ ان کو آپؐ کے قریب کردیا گیا حضرت زیاد بن السکنؓ نے اپنا رُخسار رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قدم مُبارک پر رکھدیا اور آناً فاناً رُخصت ہوگئے۔ رضی اللہ عنہٗ۔ (ابن ہشام ج ۲ ص ۸۴)

۷: حضرت سعد بن ابی وقّاصؓ :۔

اُحد کے گھمسان معرکہ میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے دشمنوں کی صفوں پر ایک ہزار سے زائد تیر پھینکے ہیں۔ اللہ اکبر

انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے لے لیا اور مشرکین کے جسقدر بھی تیر آتے ان کو اپنے آہنی ہاتھ وسینے سے روک لیتے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے ترکش کے تیر نکال نکال کر حضرت سعدؓ کے آگے رکھدیا کرتے اور یہ فرماتے:

اِرْمِ فِدَاكَ أَبِي وَأُمِّي۔ تیر چلا تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ (بُخاری، غزوۂ اُحد ص ۵۸۱)

سیّدنا علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسے کلمات سوائے سعد بن ابی وقاصؓ کے کسی اور کے لئے نہیں سُنے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں، اِسی معرکۂ اُحد میں میرا ایک کافر بھائی عُتبہ بن ابی وقاص کافروں کے ساتھ لڑنے آیا تھا اس کافر نے موقعہ پاکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر پتھر پھینکا جس سے آپؐ کا دندان مُبارک ٹوٹ گیا اور نیچے کا ہونٹ پھٹ گیا، اس حادثہ پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لڑکھڑا گئے فداکاروں نے آپؐ کو سنبھال لیا۔

بعد میں حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نہایت بیقراری کی حالت میں فرمایا کرتے تھے اس وقت میں اپنے کافر بھائی عُتبہ بن ابی وقاص کے قتل کا جسقدر حریص ومتمنی رہا اتنا کسی اور کے قتل کا کبھی حریص نہ ہوا۔

(فتح الباری، ج ۷ ص ۲۸۱)

۸: حضرت مالکؓ بن سنانؓ:

غزوۂ اُحد میں جہاں تیر اندازی بے پناہ جاری تھی وہاں دشمنوں کی طرف سے پتھراؤ بھی بارش کی طرح ہو رہا تھا، اسی دوران ایک مشرک عبداللہ بن شہاب نے ایک بڑا پتھر پھینکا جس سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک اور رُخِ انور خون آلود ہوگیا۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ رَاجِعُون۔

حضرت مالک بن سنانؓ (حضرت ابوسعید خدریؓ کے والد بزرگوار) نے عجلت میں چہرۂ اقدس کا تمام خون چوس چوس کر صاف کر دیا، اس فداکاری پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَن تَمَسَّكَ النَّارُ جہنم کی آگ تجھکو ہرگز نہ چھوئے گی۔ لا الٰہ الّا اللہ

(زرقانی ج ۲ ص ۳۸)

۹: حضرت طلحہ بن عُبید اللہؓ:

غزوۂ اُحد میں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ مشرکین کے پتھراؤ اور دباؤ کے باعث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک گڑھے میں گر پڑے، سیّدنا علیؓ اور سیّدنا طلحہؓ نے سہارا دیا اور آپ کو کھڑا کر دیا، دوسری بار اس افراتفری میں پھر گر پڑے، سیّدنا طلحہؓ نے آپ کو اپنے کندھوں پر اُٹھا کر ایک اُونچے مقام پر چڑھا دیا۔

سیّدنا زبیرؓ فرماتے ہیں اس وقت میں نے آپ کو یہ فرماتے سُنا: اَوجَبَ طَلحَۃُ، طلحہؓ نے اپنے لئے جنّت واجب کرلی طلحہؓ نے

اپنے لئے جنّت واجب کرلی۔

حضرت قیس بن حازمؒ فرماتے ہیں، میں نے سیّدنا طلحہؓ کا وہ ہاتھ دیکھا ہے جس سے انھوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مشرکین کے تیروں سے بچایا تھا وہ ہاتھ بالکل شل ہوگیا تھا

عَن قَیسٍ قَالَ رَأَیتُ یَدَ طَلحَۃَ شَلَّآءَ وَقٰی بِہَا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ یَومَ اُحُدٍ۔ (بخاری غزوہ اُحد)

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں دشمنوں کے پے در پے وار روکتے روکتے حضرت طلحہؓ کی اُنگلیاں کٹ گئیں تھیں، اس روز حضرت طلحہؓ کو پینتیس ۳۵ یا اُنتالیس ۳۹ زخم آئے تھے۔

سیّدہ عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں، میرے والد حضرت ابوبکر صدیقؓ جب کبھی غزوۂ اُحد کا تذکرہ فرماتے تو یہ ضرور کہا کرتے کَانَ ذٰلِكَ الیَومُ لِطَلحَۃَ یہ دن تو سارا طلحہؓ کے لئے رہا۔

۱۰: حضرت قتادہؓ بن نعمانؓ:

حضرت قتادہؓ فرماتے ہیں اُحد کے دن میں بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لئے آپؐ کے سامنے آگیا تاکہ دشمنوں کا کوئی تیر آپؐ کو زخمی نہ کر دے، دشمن کے ہر تیر کو اپنے آہنی ہاتھ و سینے سے روکتا رہا، دشمن کا ایک آخری تیر میری آنکھ پر ایسا لگا کہ آنکھ کا دیدہ باہر نکل آیا۔ میں نے اس کو اپنے ہاتھ میں لیا اور آپؐ کی خدمتِ اقدس میں آیا، آپؐ میری حالت دیکھکر آب دیدہ ہوگئے اور دُعا فرمائی:

" اے اللہ! جس طرح قتادہؓ نے تیرے نبی کے چہرے کی حفاظت کی ہے آپ بھی اس کے چہرے کی حفاظت فرمادے۔"

یہ دُعاء دے کر آپ نے آنکھ کے دیدے کو اس کی اپنی جگہ رکھدیا، اللہ کی قسم! اسی وقت میری آنکھ صحیح وسالم ہوگئی بلکہ پہلے سے بھی بہتر اور تیز، پھر زندگی بھر کبھی خراب نہ ہوئی۔ (الاصابہ ج ۲ ص ۳۲۵)

۱۱: حضرت عبدُاللہ بن جحش رضؓ:۔

اسی جنگ اُحد میں حضرت عبداللہ بن جحش رضؓ انصاری کی والہانہ و فداکارانہ شہادت کا واقعہ پیش آیا۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ کہتے ہیں، اُحد کے دن جنگ شروع ہونے سے پہلے حضرت عبداللہ بن جحش رضؓ نے مجھکو ایک جانب لیجاکر تنہائی میں کہا، اے سعدؓ! آؤ ہم دونوں کہیں علیحدہ بیٹھکر دُعاء مانگیں اور ہر ایک دوسرے کی دُعاء پر آمین کہے۔ ہم دونوں میدان کے ایک گوشے میں چلے گئے، پہلے میں نے اس طرح دُعا کی:

"اے اللہ! آج میرا ایسے دشمن سے مقابلہ ہو جو نہایت دِلیر اور غضبناک قسم کا ہو کچھ دیر تک میں اس کا مقابلہ کروں اور وہ میرا مقابلہ کرے پھر مجھکو اس پر غلبہ و تسلّط حاصل ہو جائے اور میں اس کو قتل کردوں اور اس کا سارا اسلحہ چھین لوں۔"

حضرت عبداللہ بن جحش رضؓ نے میری اس دُعاء پر آمین آمین کہی، اسکے بعد حضرت عبداللہ بن جحش رضؓ نے دُعاء کے لئے ہاتھ اُٹھائے اور یوں کہا:

"اے اللہ! آج میرا ایسے دشمن سے مقابلہ ہو، جو بڑا سخت جان زور آزما ہو اور میں اُس سے صرف آپ کی رضا و خوشنودی کے لئے مقابلہ کروں اور وہ بھی مجھ سے مقابلہ کرے۔ یہاں تک کہ میں اُس مقابلہ میں شہید ہو جاؤں، پھر وہ میری لاش کو بگاڑ دے (یعنی جسم کے اعضاء جُدا کر دے)۔

اور اے میرے رب! جب میں آپ سے مُلاقات کروں تو آپ مجھ سے یہ دریافت فرمائیں:

اے عبدُاللہ! یہ تیرے ہاتھ، پیر، آنکھ، ناک کہاں کٹے ہیں؟ تو میں آپ سے یہ عرض کروں: الٰہی تیری اور تیرے رسولؐ کی راہ میں بگاڑا گیا ہوں۔

الٰہی اس پر آپ یہ ارشاد فرمائیں:

يَا عَبْدَ اللهِ قَدْ صَدَقْتَ۔ اے عبداللہ! تو سچا ہے۔"

حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ کہتے ہیں، حضرت عبدُاللہ بن جحش رضؓ کی اس دُعاء پر میں نے بھی آمین آمین کہی۔

پھر اُحد کا معرکہ شروع ہوا، دونوں حضرات کو ایسے ہی دشمن سے سابقہ پڑا جس کی انھوں نے دُعاء کی تھی۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضؓ فرماتے ہیں، دن تمام گھمسان کا معرکہ رہا، شام کے وقت لاشوں میں حضرت عبدُاللہ بن جحش رضؓ کو دیکھا گیا، اُن کے ہاتھ، پیر، آنکھ، ناک سب کے سب کٹے پڑے تھے۔

اللہ کی قسم! اُن کی دُعا میری دُعا سے کہیں زیادہ بہتر ثابت ہوئی۔

(صحیح مستدرک ج ۲ ص ۲۰۰)

اس واقعہ کے بعد حضرت عبدُاللہ بن جحش رضؓ کو "المُجَدَّعُ فِي اللهِ" (راہِ خدا کا کٹا پھٹا شہید) کے لقب سے یاد کیا گیا۔ رضی اللہ عنہ (اصابہ ج ۲ ص ۲۸۷)

۱۲: حضرت عبدُاللہ بن عمرو بن حرامؓ:

یہ بزرگ صحابی حضرت جابرؓ کے والد محترم ہیں جو غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے تھے، صاحبزادے حضرت جابرؓ فرماتے ہیں، میرے والد جب شہید ہوئے تو بُزدل کافروں نے ان کے بھی ہاتھ، پیر، آنکھ، ناک سب اعضاء کاٹ دیئے تھے، میرے والد کی لاش جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائی گئی تو میں نے اپنے شہید باپ کے چہرے سے چادر اٹھانی چاہی، صحابہ کرامؓ نے منع کیا، میں نے دوبارہ اُٹھانی چاہی تو پھر منع کیا گیا۔

میری سُوز و بے قراری دیکھکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی، میری پھُوپھی فاطمہ بنت عمروؓ بھی میرے ساتھ تھیں یہ منظر دیکھکر وہ بلبُلا اُٹھی اور بے تحاشہ رو پڑی۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا: "کیوں روتی ہو اس پر تو فرشتے سایہ کئے ہوئے ہیں۔" (یعنی یہ رنج و غم کا موقعہ نہیں عزت و شان کا مقام ہے)۔

یہی صاحبزادے حضرت جابرؓ فرماتے ہیں، ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا:

"اے جابرؓ تجھکو کیا ہو گیا؟ میں ہر وقت تجھکو شکستہ و غمزدہ حال دیکھ رہا ہوں؟

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو معلوم ہے میرے والد عبدُاللہ بن عمروؓ غزوۂ اُحد میں شہید ہو گئے، اپنے پیچھے ایک بڑا خاندان اور بھاری قرض بھی چھوڑ گئے ہیں کچھ زمین و جائیداد بھی نہیں جس سے گھر والوں کی کفالت کر سکوں

یہی غم و فکر مجھے ستائے ہے۔

یہ سُنکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا دل بھر آیا۔ فرمایا، اے جابرؓ کیا تمکو ایک خوشخبری نہ سُناؤ؟

میں نے عرض کیا ضرور! یا رسول ارشاد فرمایئے۔

فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اپنے کسی بھی بندے سے مُنھ در مُنھ کلام نہیں کیا اور اُس کی شان بھی یہی ہے مگر اللہ نے تیرے باپ سے مُنھ در مُنھ (بالمقابل) کلام کیا اور دریافت فرمایا، میرے بندے تیری کیا تمنّا ہے؟

تیرے باپ نے عرض کیا، اے میرے رب صرف ایک ہی تمنّا ہے کہ آپ مجھے دوبارہ زندہ کریں اور پھر اپنی راہ میں دوبارہ شہادت نصیب کریں، میں تیری راہ میں یکبار اور شہید ہونا چاہتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، یہ تو نہیں ہو سکتا اس لئے کہ میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ مرنے کے بعد دُنیا میں دوبارہ واپسی نہ ہوگی (اب اللہ اور اُسکے اس خاص بندے ہی کو معلوم ہے کہ اس بندے کو کیا دیا گیا)۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ آپؐ کے اس ارشاد کے بعد میرا سارا غم و فکر دُور ہو گیا۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۲۵)

۱۳: حضرت عمرو بن الجموحؓ:

اِن حضرت کی شہادت بھی غزوۂ اُحد میں پیش آئی، یہ صحابی حضرت جابر بن عبدُاللہؓ کے پھُوپھا (پھُوپھی کے شوہر) ہوتے ہیں۔ ان کی شہادت کا واقعہ بھی عظیمُ الشّان ہے۔ حضرت عمرو بن الجموحؓ کے پیر میں لنگ تھا اور یہ لنگ

معمولی قسم کا نہ تھا بلکہ نمایاں قسم کا تھا۔ ان حضرت کے چار بیٹے تھے جو ہر غزوہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے ہیں۔

اُحد کے دن چلتے وقت انھوں نے اپنے چاروں بیٹوں سے کہا اس غزوہ میں میں بھی شریک ہونا چاہتا ہوں؟

بیٹوں نے کہا ابّا جان! آپ معذور ہیں، جہاد میں چلنے پھرنے دوڑنے کی ضرورت پیش آتی ہے، آپ یہ کام کیسے انجام دیں گے؟ جبکہ آپ طبعی چال بھی چلنے کے قابل نہیں، اللہ تعالیٰ کی کتاب نے آپ کو گھر بیٹھے رہنے کی اجازت دی ہے۔ آپ اس اجازت سے کیوں نہیں استفادہ کرتے؟

باپ کو شوقِ جہاد نے بیتاب کردیا تھا بیٹوں کا مشورہ پسند نہ آیا، لنگڑاتے لنگڑاتے بارگاہِ نبویؐ میں آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میرے بیٹے مجھکو آپؐ کے ساتھ جہاد میں شریک ہونے سے روک رہے ہیں، پھر اسطرح گویا ہوئے:

وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَرْجُوْ اَنْ یَّطَأَ بِعَرْجَتِیْ ھٰذِہٖ فِی الْجَنَّۃِ۔

اللہ کی قسم! میں پُرامّید ہوں کہ اپنے اس لنگڑے پیر سے جنّت کی زمین روندوں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کا شوقِ شہادت دیکھکر بطور تسلی فرمایا: اللہ نے تمکو معذور پیدا کیا ہے تم پر جہاد فرض نہیں ہے پھر تم کیوں ارادہ کرتے ہو؟

حضرت عمرو بن الجموح رضؓ نے نہایت بےبسی کی حالت میں صرف اتنا ہی عرض کیا، یا رسول اللہ! میں نے اپنی تمنّا ظاہر کردی اب آپؐ کا جو بھی ارشاد ہو؟

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اِنکے بیٹوں کی طرف مخاطب ہوئے، فرمایا اگر انھیں نہ روکا جائے تو کیا حرج ہے؟ شاید اللہ تعالیٰ اپنی راہ میں انھیں شہادت نصیب کردے۔

یہ سُنتے ہی حضرت عمرو بن الجموح رضؓ تیزی سے اپنے گھر لوٹے اور جہاد کی تیاری شروع کردی پھر مجاہدین کی صفوں میں جا ملے۔ اُحد کی جانب چلتے وقت قبلہ کی جانب رُخ کیا اور یہ دُعا کی:

اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِی الشَّھَادَۃَ وَلَا تَرُدَّنِیْ اِلٰی اَھْلِیْ۔

اے اللہ! مجھکو شہادت نصیب فرما اور مجھکو میرے گھر کی جانب نہ لوٹا۔

پورے ذوق و شوق کے ساتھ میدانِ جہاد کی جانب چل پڑے۔ اپنی بساط کے مطابق جہاد میں حصّہ لیا۔ ایک موقعہ پر جامِ شہادت نوش کیا اور اپنی اس قسم کو پوری کیا جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور میں پیش کی تھی۔

(سیرت ابن ہشام ج ۲ ص ۸۸)

۱۴: حضرت خلّاد بن عمروؓ:۔

اسی غزوۂ اُحد میں سیّدنا عمرو بن الجموح رضؓ کے صاحبزادے خلّاد بن عمروؓ اور بہنوئی عبدُاللہ بن عمروؓ بھی شہید ہوئے۔

سیّدنا عمرو بن الجموح رضؓ کی بیوی سیّدہ ہندہ بنت عمروؓ بیان کرتی ہیں۔ میں اپنے شوہر عمرو بن الجموح رضؓ اور بیٹے خلاد بن عمروؓ اور بھائی عبداللہ بن عمروؓ کی لاشوں کو ایک اُونٹ پر رکھواکر اپنے شہر مدینہ طیبہ لے جانا چاہا تاکہ انھیں اپنے آبائی قبرستان میں سپردِ خاک کروں۔ اُونٹ جانبِ مدینہ چلنے سے رُک گیا

بار بار اُس کو کوچے دیئے گئے، لیکن ایک قدم تک نہیں اُٹھایا، پھر جب اُحد کی جانب ہانکا گیا تو تیز چلنے لگا کچھ دیر بعد پھر مدینہ طیّبہ کا رُخ کیا گیا اچانک بیٹھ گیا لاکھ کوشش کی گئی وہ حرکت تک نہیں کیا، اور جب اُحد کی جانب رُخ کیا گیا چلنے لگا، اس طرح بار بار کیا گیا لیکن اس کا عمل وہی رہا وہ شہر کی طرف چلنے کے لئے کسی طرح بھی تیار نہ ہوا۔

سیّدہ ہندہؓ کہتی ہیں میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اُونٹ کی یہ کیفیت بیان کی، آپؐ نے دریافت فرمایا:

کیا عمرو بن الجموحؓ نے مدینہ طیّبہ سے چلتے وقت کچھ وصیّت، نصیحت کی تھی؟

میں نے کہا، ہاں! یارسول اللہ! جب وہ گھر سے نکلے تو قبلہ رُخ ہو کر انھوں نے یہ دُعا کی تھی اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِی الشَّھَادَۃَ وَلَا تَرُدَّنِیْ فِیْ اَھْلِیْ (اے اللہ! مجھکو شہادت نصیب فرما میرے گھر کیطرف نہ لوٹا)۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، تب ہی تو اونٹ مدینہ کی جانب نہیں چلتا، قسم ہے اُس ذات پاک کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے تم میں بعض بندے ایسے بھی ہیں اگر وہ کسی بات پر قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ اُس بات کو پُورا کر دیتے ہیں، ایسے لوگوں میں عمرو بن الجموحؓ بھی شامل ہیں۔

پھر ارشاد فرمایا: لَقَدْ رَأَیْتُہٗ یَطَأُ بِعَرْجَتِہٖ فِی الْجَنَّۃِ۔
میں نے اُنھیں اپنے پیر کے لنگ کے ساتھ جنّت میں چلتا پھرتا دیکھا ہے۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ۔

اس کے بعد آپؐ نے ان کی بیوی سیّدہ ہندہؓ کو مشورہ دیا کہ انھیں جبلِ اُحد کے دامن ہی میں سُپردِ خاک کیا جائے۔

چنانچہ تینوں حضرات کو اُحد کے دامن میں سُپردِ خاک کر دیا گیا۔

رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ۔

۱۵: حضرت خَیثمہؓ:

حضرت خیثمہؓ جن کے بیٹے سعد بن خیثمہؓ غزوۂ بدر میں شہید ہو گئے تھے جن کا تذکرہ گزشتہ اوراق میں آچکا ہے باپ حضرت خیثمہؓ غزوۂ اُحد کے دن رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں آئے اور اس طرح عرض معروض کی:

یارسول اللہ! جنگِ بدر کے موقعہ پر ہم دونوں باپ بیٹے نے قرعہ اندازی کی تھی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کون بدر کی جانب جائے اور کون گھر کی ضروریات کے لئے ٹھیر جائے؟ یارسول اللہ! ہم دونوں کو آپؐ کے ساتھ چلنے کی بڑی آرزو و تمنّا تھی آخر قرعہ فال میرے بیٹے سعدؓ کے نام نکلا پھر وہ غزوۂ بدر میں شریک ہوا اور شہید بھی ہو گیا۔

یارسول اللہ! میں اس سعادت کا بڑا حریص و مشتاق تھا، بہرحال میں اپنے گھر کی ضروریات کے لئے مدینہ میں رہ گیا، یارسول اللہ! گذشتہ شب میں نے اپنے شہید بیٹے سعدؓ کو خواب میں دیکھا ہے نہایت حسین و جمیل شکل میں جنت کے باغات کی سیر و تفریح کر رہا ہے اور مجھ سے کہتا ہے "ابّا جان! آپ بھی یہاں آجایئے تاکہ دونوں جنّت میں یکساں رہیں"۔

یارسول اللہ! اس وقت میں اپنے بیٹے سعدؓ کی مرافقت کا مشتاق ہوں بوڑھا ہوگیا ہوں، بال سفید ہوچکے، ہڈیاں کمزور ہوگئیں، اب تمنّا ہے کسی طرح اپنے رب سے جاملوں، یارسول اللہ! آپ دُعا فرمادیں غزوۂ اُحد میں مجھکو بھی شہادت نصیب ہوجائے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بوڑھے خیثمہؓ کیلئے دُعا فرمادی۔

حضرت خیثمہؓ پورے ذوق وشوق سے جوانوں کی طرح معرکۂ اُحد میں شریک ہوئے، آخر جامِ شہادت نوش کیا۔ رضی اللہ عنہٗ (زاد المعاد، ج ۲، ص ۹۶)

۱۶: حضرت عمرو بن ثابتؓ:۔

اِن کا لقب اُصیرم تھا اور یہ اسی لقب سے معروف تھے، ابتداءً اسلام اور مسلمانوں کے سخت مخالف تھے، کمزور اور غریب مسلمان ان کی ایذا رسانی سے پریشان رہا کرتے تھے۔

غزوۂ اُحد کے دن مکّہ کے مشرکوں کے ساتھ لڑنے مدینہ طیبہ آئے، مسلمانوں کا استقلال اور آپسی محبّت وخلوص دیکھکر اسلام کی محبّت دل میں اُبل پڑی، برہنہ تلوار لیکر میدانِ اُحد میں آگئے اور اپنے کافر ساتھیوں سے اُلجھ گئے، کافر حیران وپریشان تھے کہ آخر اُصیرم کو کیا ہوگیا، ہمارا یہ دلیر وبہادر نوجوان کیوں پلٹ گیا اور اس کو کیا بات نظر آئی؟

حضرت اُصیرم نے نہ کسی کی سُنی نہ جواب دیا، نہایت دِلیری وشجاعت سے کافروں سے اُلجھ گئے اور ایسا اور ایسا حملہ کردیا کہ کافروں میں ہیجان وپریشانی پیدا ہوگئی۔

اسی معرکہ میں ان کے کسی کافر دوست نے پوچھا، اُصیرم تمکو کیا ہوگیا دوستوں کو چھوڑ کر دشمنوں سے جاملے؟

حضرت اُصیرم نے جواب دیا، میدانِ اُحد کا منظر دیکھکر پہلے تو میرے دل میں اسلام کی محبّت پیدا ہوئی اسی وقت میں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آیا پھر بلا توقف تلوار لیکر میدان اُحد میں آگیا اور بساط بھر اپنے کافر دوستوں سے قتال کیا پھر شدید زخمی حالت میں گر پڑا۔ یہ بات ختم کی اور خود بھی ختم ہوگئے۔ رضی اللہ عنہٗ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب اِن کا یہ حال سُنا تو جنّت کی بشارت دی۔

حضرت ابوہریرہؓ فرمایا کرتے تھے، بتاؤ وہ کون مسلمان ہے جو جنّت میں پہنچ گیا حالانکہ اُس نے ایک نماز بھی نہ پڑھی؟ (یہی وہ صحابی اُصیرم ہیں) رضی اللہ عنہٗ
(اصابہ ترجمہ عمرو بن ثابتؓ)

۱۷: وحشی بن حربؓ:۔

غزوۂ اُحد میں حضرت حمزہؓ کے دلیرانہ حملوں سے مشرکین کی صفوں میں بڑا انتشار تھا، سیّدنا حمزہؓ کے ہر حملہ نے برق وباراں کی طرح مشرکوں کو اپنے گھیرے میں لے رکھا تھا، اسلام کے دشمنوں پر ایک خدائی قہر تھا جو سیّدنا حمزہؓ کے بال بال سے پھوٹ رہا تھا۔ میدانِ جنگ میں جس جانب بھی رُخ کرتے کفر وشرک کی طاقتیں زیر وزبر ہوجاتی تھیں، جس پر بھی تلوار اُٹھاتے اسکی لاش زمین پر نظر آتی۔

مشہور کافر جبیر بن مطعم کا مجوسی غلام وحشی بن حرب اپنے آقا کو خوش کرنے اور اپنی آزادی حاصل کرنے سیدنا حمزہؓ کی تاک میں چھپتا چھپاتا پھر رہا تھا، سیّدنا حمزہؓ اپنی جان سے بے پرواہ دشمنوں کے تعاقب میں تھے، وحشی ایک ٹیلے کے پیچھے چھپکے بیٹھ گیا۔

سیّدنا حمزہؓ اپنی مہم میں اس جانب سے گزر رہے تھے بزدل وحشی نے اچانک نیزہ پھینکا، نیزہ آپ کی ناف پر لگا اور آر پار ہوگیا، سیّدنا حمزہؓ دو چار قدم چلے پھر لڑکھڑا کر گر پڑے اور جامِ شہادت نوش کیا۔ رضی اللہ عنہٗ

اس کارروائی کے بعد وحشی نے اپنے آقا سے آزادی حاصل کر لی پھر شہرِ طائف جاکر مقیم ہوگیا۔ اس حادثے کے پانچ سال بعد ۸ھ ہجری میں مکۃ المکرمہ مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔

اس فتح مبین کے بعد چھوٹے بڑے قبائل جوق در جوق اسلام قبول کرنے لگے، انہی دنوں طائف کے ایک وفد کے ساتھ وحشی بن حرب بھی بارگاہِ نبوّت میں اسلام قبول کرنے مدینہ طیبہ آیا۔

صحابۂ کرامؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، یا رسول اللہؐ! یہ وحشی بن حرب وہی کافر ہے جس نے سیّدنا حمزہؓ کو قتل کیا تھا۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا، اس کو چھوڑ دو، یہ مسلمان ہونے آیا ہے۔ ایک شخص کا مسلمان ہونا میرے نزدیک ہزار کافروں کے قتل سے بہتر ہے جب یہ مسلمان ہوگئے تو آپؐ نے سیّدنا حمزہؓ کے قتل کی تفصیل دریافت کی۔

وحشی نے نہایت ندامت و شرمندگی کی حالت میں پوری تفصیل بیان کی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آب دیدہ ہوگئے، آنسو تھمنے نہ پائے، ماحول

میں ایک سوگوار فضا پیدا ہوگئی۔ پھر آپؐ نے وحشی بن حربؓ سے اپنی ایک خواہش کا اظہار کیا، فرمایا، اگر ہوسکے تو تم میرے سامنے نہ آیا کرو، تمکو دیکھکر عزیز چچا کا صدمہ تازہ ہوگا۔

وحشیؓ نے آپؐ کے ارشاد کو بسر و چشم قبول کیا اور زندگی بھر آپؐ کی اس خواہش کا احترام کیا، آپؐ کی مجلس میں کبھی آنا ہوتا تو پسِ پُشت بیٹھ جاتے اور اس فکر میں رہتے کہ کوئی ایسا کام کر جاؤں جو سیّدنا حمزہؓ کے قتل کا بدلہ بن جائے۔ چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات شریفہ کے بعد خلافتِ صدّیقی میں ایک منافق صفت انسان مُسیلمہ کذّاب نے اپنی نبوّت کا دعویٰ کر دیا تھا جاہل لوگ اِس کا کلمہ پڑھنے لگ گئے، سیّدنا صدیق اکبرؓ نے اسکی سرکوبی کیلئے ایک لشکر روانہ کیا اس میں حضرت وحشی بن حربؓ بھی شریک ہوگئے اور موقعہ کی تاک میں رہے ایک وقت ایسا آگیا کہ مُسیلمہ کذّاب حضرت وحشیؓ کی زد میں آگیا۔ حضرت وحشیؓ نے اُسی نیزے سے مُسیلمہ کذّاب پر حملہ کر دیا جس سے حضرت حمزہؓ شہید ہوئے تھے مُسیلمہ آناً فاناً ڈھیر ہوگیا۔ (لعنۃُ اللہ)

اس واقعہ کے بعد جب بھی سیّدنا حمزہؓ کی شہادت کا ذکر آتا حضرت وحشیؓ بڑے جوش و خروش سے کہا کرتے:

قَتَلْتُ فِي الْكُفْرِ خَيْرَ النَّاسِ وَفِي الْإِسْلَامِ شَرَّ النَّاسِ۔

حالتِ کفر میں افضل ترین انسان (حمزہؓ) کو قتل کیا اور مسلمان ہوکر بدترین انسان (مُسیلمہ) کو ڈھیر کیا۔

تِلْكَ بِتِلْكَ یہ اس کا بدلہ ہے۔ (فتح الباری ج ۷ ص ۲۸۴)

جَزَاهُ اللهُ خَيْرًا۔

حضرت حکیم بن حزام رضؓ

حکیم بن حزام رضؓ کے تذکرے سے پہلے یہ مختصر وضاحت ضروری ہے ماقبل اسلام مکۃ المکرمہ میں مسجد حرام (بیتُ اللہ) کے قریب ایک مکان "دارُالنّدوہ" کے نام سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے جدِاعلیٰ قصی بن کلاب نے تعمیر کیا تھا اس مکان میں وہ قومی وملکی مشورے کیا کرتے تھے، انکی وفات کے بعد یہ مکان "بنوعبدُالدار" کے قبضہ میں آیا اور وہی اس کے متولی بھی رہے بنوعبدالدار سے یہ مکان حکیم بن حزام رضؓ نے خرید لیا (جو بعد میں مشرف باسلام ہوئے) عرصہ دراز تک یہ مکان ان کے قبضہ میں رہا۔[1]

حضرت معاویہ بن ابی سفیان کے زمانۂ حکومت میں حکیم بن حزام رضؓ نے یہ مکان ایک لاکھ درہم میں فروخت کردیا۔

بعض دوستوں نے حضرت حکیم رضؓ کے اس عمل پر نکتہ چینی کی کہ آبار واجداد کی ایک اہم نشانی کو تم نے اپنے ہاتھ سے کھودیا؟

---

[1] اسی مکان میں قریش کے سرداروں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے قتل والی سازش کی تھی اسی جگہ ابلیس لعین شیخ نجدی کی شکل میں مشورہ دینے آیا تھا جس کا ذکر قرآن حکیم میں موجود ہے۔

وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ۔ الآیۃ (انفال آیت ۳۰)

ترجمہ:- اور جب کافر لوگ آپؐ کی نسبت تدبیریں سوچ رہے تھے کہ آیا آپؐ کو قید کرلیں یا آپؐ کو قتل کرڈالیں یا شہر بدر کردیں وہ تو تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ بھی اپنی تدبیر کر رہا تھا اور اللہ مضبوط تدبیر کرنے والا ہے۔

موجودہ دور ۱۴۲۸ھ یہ جگہ حرم شریف کی جدید توسیع میں آگئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ موجودہ بابُ الزّیادات (نامی گیٹ) اسی جگہ پر واقع ہے۔ واللہ اعلم

حضرت حکیم رضؓ نے نہایت حکیمانہ جواب دیا:

"اللہ کی قسم! ساری بزرگیاں اور عزتیں ختم ہوگئیں سوائے تقویٰ وپرہیزگاری، واللہ! میں نے یہ مکان زمانۂ جاہلیت میں شراب کی ایک مشکیزہ کے عوض خریدا تھا اور اب اسکو ایک لاکھ درہم میں فروخت کیا ہے۔ اب میں تمکو گواہ بناتا ہوں کہ یہ ایک لاکھ سب کے سب اللہ کی راہ میں صدقہ ہیں۔ بتاؤ! کیا میں نقصان میں رہا؟"

(زرقانی ص ۳۲۱)

حضرت ابولُبابہ بن عبدُالمنذر رضؓ

صحابی رسول حضرت ابولُبابہ رضؓ کے تعلقات مدینہ طیبہ کے یہودی قبیلہ بنوقُریظہ سے اچھے خاصے تھے اور آمدورفت بھی جاری تھی۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بنوقُریظہ کی ایک شدید عہدشکنی کی وجہ سے ان پر حملہ کردیا تھا یہ واقعہ ۵ھ ہجری کا ہے۔

یہ لوگ اپنے مضبوط قلعوں میں پناہ اختیار کرگئے۔ صحابۂ کرام رضؓ نے پچیس ۲۵ دن تک ان کے قلعوں کا محاصرہ جاری رکھا آخرکار ان یہودیوں نے مجبور وبے بس ہوکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے صلح صفائی کرنی چاہی، اُن کے ایک سردار نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ درخواست پہنچائی کہ آپ ہمارے بارے میں جو بھی فیصلہ کریں ہمیں منظور ہے، البتہ ابولُبابہ رضؓ کو ہمارے ہاں روانہ کریں تاکہ ان سے مشورہ کرکے آپکو جواب دے دیا جائے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ابولُبابہ رضؓ کو اجازت دے دی، یہ جب

اُن کے قلعے میں پہنچے سب یہودی جمع ہو گئے، عورتیں بچے اور بوڑھے انھیں دیکھکر رو پڑے۔ اِن کی بے بسی و خستہ حالی دیکھکر ابُولُبابہؓ کا دل بھر آیا اور کچھ رقت طاری ہو گئی۔

یہودیوں نے ان سے پُوچھا، ابولُبابہؓ آپ کے رسول کا جو بھی منشا ہے کیا اُسکو قبول کرلیا جائے ؟

حضرت ابُولُبابہؓ کہا نے کہا یہی بہتر اور مناسب ہے پھر اپنے حلق کیجانب اشارہ کرکے بتایا کہ بعد میں تم سب کو قتل بھی کردیا جائے گا۔

حضرت ابُولُبابہؓ یہ بات کہکر اپنی جگہ سے ہٹنے بھی نہ پائے تھے فورًا احساس ہوا کہ میں نے اللہ اور اُس کے رسول سے خیانت کی ہے (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا راز فاش کردیا)۔

قلعے سے فوری واپس ہو گئے شدید ندامت اور احساسِ گناہ کے غلبہ میں مسجد نبوی شریف آئے اور اُس کے ایک ستون سے اپنے آپ کو باندھ لیا (آج ۱۴۲۸ھ یہ مقام مسجد نبوی کے ریاض الجنۃ والے ستونوں میں ایک ستون "اُسطُوانہ ابی لُبابہؓ" کے نام سے موجود ہے۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں ابولُبابہؓ نے اپنے آپ کو قید کرلیا تھا)۔

پھر ابُولُبابہؓ نے یہ قسم بھی کھالی کہ جب تک اللہ میری توبہ قبول نہ کرے اس وقت تک ستون سے بندھا رہوں گا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو جب یہ حال معلوم ہوا تو ارشاد فرمایا، اگر ابُولُبابہؓ سیدھے میرے پاس آجاتا تو میں اس کے لئے دُعائے مغفرت کرتا لیکن وہ ایسا کام کر گزرا ہے کہ میں اب اس کو ہاتھ سے کھول نہیں سکتا

تا آنکہ اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول نہ فرمادے۔

حضرت ابُولُبابہؓ شب و روز سُتون سے بندھے رہتے صرف نماز اور طہارت کے لئے نکلتے، کھانا پینا بھی بند کرلیا۔ صحابہؓ کے دریافت کرنے پر کہتے میں اسی طرح رہوں گا یا فوت ہوجاؤں یا اللہ! میری توبہ قبول فرمالے، چھؔ دن بعد اِن کی توبہ نازل ہوئی، اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سیّدہ اُمّ سلمہؓ کے مکان میں تھے، سحر کا وقت تھا آپؐ نے فرمایا ابھی ابھی جبرئیل امینؑ نے اطلاع دی، اللہ تعالیٰ نے ابولُبابہؓ کی توبہ قبول کرلی ہے اور یہ آیات تلاوت کی:

یَآ اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ ۔الخ (انفال آیت ۲۷ و ۲۸)

ترجمہ:- اے ایمان والو! جانتے بوجھتے اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ خیانت نہ کرو اور اپنی امانتوں میں خیانت کے مرتکب نہ بنو اور یاد رکھو کہ تمہارے مال اور تمہاری اولاد حقیقت میں سامانِ امانت ہے اور اللہ کے پاس اجر و صلہ دینے کے لئے بہت کچھ ہے۔

سیّدہ اُمّ سلمہؓ نے اس بشارت کو عام کردیا، صحابہ کرامؓ میں یہ خبر عام ہوگئی لوگ دوڑ دوڑ کر مسجد نبوی شریف پہنچے تاکہ حضرت ابُولُبابہ کو ستون سے کھول دیں۔ حضرت ابُولُبابہؓ نے ہر ایک کو یہی جواب دیا کہ میں نے قسم کھا رکھی ہے جب تک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک سے نہ کھولیں گے بندھا رہوں گا۔

چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی تشریف لائے اور اپنے دست مُبارک سے انھیں کھول دیا اور مُبارک باد دی۔ اس طرح حضرت ابولُبابہؓ کا قضیہ

یوں تمام ہوا۔

ملحوظہ:۔ عام طور پر یہی سمجھا جاتا ہے کہ خیانت مال واسباب ہی میں ہوا کرتی ہے لیکن مذکورہ آیت نے مزید وضاحت کی ہے کہ اللہ اور رسولؐ کے منشاء و مُراد کے خلاف کوئی عمل کرنا بھی خیانت ہے۔ حضرت ابولُبابہؓ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا راز فاش کردیا تھا جو منشاءِ رسولؐ کے خلاف تھا قرآن حکیم نے اس عمل کو خیانت قرار دیا۔

حدیث شریف میں یہ وضاحت بھی ہے:

اَلْمُسْتَشَارُ مُؤْتَمَنٌ، جس سے مشورہ لیا جاتا ہے وہ شخص بات کا اَمین و محافظ ہوا کرتا ہے۔ یعنی مشورے کی بات کو مشورہ دینے والے کی اجازت کے بغیر دوسرے سے بیان نہ کیا جانا چاہیئے۔ مشورہ کی بات امانت ہوا کرتی ہے۔

بیعتِ رضوانؓ کے وفادار:۔

حُدیبیہ ایک کنویں کا نام تھا جس کے متصل ایک گاؤں آباد تھا جو اسی کنویں کے نام سے مشہور ہوگیا۔ آجکل ۱۴۲۸ھ اس کا نام شُمیسی ہے مکۃُ المکرّمہ سے تقریباً ۱۳ میل بجانب جدّہ یہ بستی آباد ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مدینہ طیّبہ میں ایک رات خواب آیا کہ آپؐ اپنے اصحابؓ کے ساتھ بیتُ اللہ کا طواف کررہے ہیں۔ نبی کا خواب وحی الٰہی کا ایک حصّہ ہوا کرتا ہے جس کا ثبوت سورۃ الفتح کی آیت ۲۷ میں موجود ہے آپؐ نے اپنے اصحابؓ کو اپنا خواب سُنایا اور مکۃُ المکرّمہ چلنے کا اعلان کردیا۔

مسلمانوں کے لئے تقریباً سات آٹھ سال سے بیتُ اللہ شریف کا داخلہ مشرکوں نے بند کر رکھا تھا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اس اعلان پر عام مسلمانوں کو بیتُ اللہ شریف کی زیارت کے شوق نے بے چین و بیتاب کردیا۔ چنانچہ پہلی ذوالقعدہ ۶ھ ہجری دوشنبہ (پیر) کے دن آپؐ تقریباً پندرہ ۱۵۰۰ سو اصحاب کے ساتھ مدینہ منوّرہ سے مکۃُ المکرّمہ روانہ ہوگئے، کسی شیطان نے یہ افواہ اُڑادی کہ مسلمان مکۃُ المکرّمہ پر حملہ کرنے نکل گئے ہیں۔

اس جھوٹی خبر پر قریشِ مکّہ پوری فوجی تیاری کے ساتھ آگے بڑھ گئے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عام راستہ بدل کر ایک دُشوار ترین سے مقام حُدیبیہ پہنچ گئے، پھر حسبِ مشورہ آپؐ نے حضرت عثمان غنیؓ کو صورت حال بیان کرنے کے لئے مکۃُ المکرّمہ روانہ فرمادیا۔

حضرت عثمان غنیؓ کے واپس ہونے میں غیر معمولی تاخیر ہوگئی، کسی شریر نے یہ افواہ اُڑادی کہ حضرت عثمانؓ کو مکہ کے مشرکین نے قتل کردیا ہے۔ یہ خبر اس وجہ سے بھی تقویت پائی کہ حضرت عثمان غنیؓ سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور صاحب خراش بن اُمیہ خُزاعیؓ کو بات چیت کرنے مکۃُ المکرّمہ روانہ کیا تھا، اہل مکّہ نے اُن سے نہایت بُرا سلوک کیا اور اُن کے اُونٹ کو بھی ذبح کردیا تھا یہ صاحب اپنی جان بچاکر حُدیبیہ آگئے تھے۔

بہرحال حضرت عثمان غنیؓ کے قتل کی خبر عام ہوگئی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بے چین ہوگئے، کسی قوم کے سفیر کو قتل کردینا آج نہیں قدیم زمانے میں بھی نہایت بدترین جُرم و ناقابلِ معافی عمل شمار کیا جاتا تھا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ میں اعلان کروادیا جبتک کہ عثمانؓ کا

بدلہ نہ لیا جائے میں واپس نہ ہوں گا۔

اس وقت آپؐ حدیبیہ میں کیکر کے درخت تلے تشریف فرما تھے، اصحابؓ کو طلب فرمایا اور "بیعت علی الموت" (اللہ کی راہ میں شہید ہو جانے کا اقرار وعہد) لیا۔

اس بیعت نے صحابہؓ میں ایسا جوش وخروش پیدا کر دیا کہ کوئی پیٹھ پھیرنے کے لئے تیار نہ تھا جبکہ سب کے سب سامانِ حرب وضرب سے بالکل خالی تھے (یہ اس لئے کہ مدینہ طیّبہ سے چلتے وقت صرف اور صرف عمرہ ادا کرنے کا ارادہ تھا)، صحابہ کرامؓ کا اپنی موت پر عہد کرنا ایک منفرد عمل تھا جو اس سے پہلے کبھی سُنا نہ گیا تھا۔

شُدہ شُدہ یہ خبر مکّۃُ المکرّمہ پہنچی، مشرکین گھبرا گئے اور خوفزدہ ہو کر مسلمانوں تک یہ خبر پہنچائی کہ قتلِ عثمانؓ کی خبر جھوٹی ہے پھر اُسی وقت حضرت عثمانؓ کو واپس بھی کر دیا۔

چونکہ جہاد کی یہ بیعت نہایت نازک وحسّاس صورت حال پر لی گئی تھی اور صحابۂ کرامؓ نے پورے عزم وحوصلے اور اخلاص کے ساتھ اقرار کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس جانثاری وفداکاری کی قدر ومنزلت فرمائی اور اپنی رضا وخوشنودی کی سند نازل کی۔

لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ۔ الآیہ

(سورۃ الفتح آیت ۱۸)

ترجمہ:۔ بالتحقیق اللہ خوش ہوا ایمان والوں سے جب بیعت کرنے لگے آپؐ سے اُس درخت کے نیچے پس ان کے دلوں میں جو کچھ تھا اللہ کو وہ بھی

معلوم تھا پھر نازل کیا ان پر اطمینان اور انعام دیا انکو قریبی فتح کا۔ (فتح خیبر)۔

حُدیبیہ کی اس بیعت کا نام تاریخِ اسلام میں "بیعت رضوان" مشہور ہے۔ (قرآن حکیم نے اس واقعہ کو بیان فرما کر قیامت تک اصحابِ رسولؐ کے ایمان واخلاص، جانثاری وفداکاری کی توثیق کر دی، اس کے بعد کسی کے بھی تبصرہ وتنقید کی کوئی حیثیت نہ رہی) الحمدُ للہ۔

مشرکینِ مکّہ کو جب اس عظیم بیعت کا علم ہوا مرعوب وخوفزدہ ہو کر صلح صفائی کے لئے کلام و پیام کا سلسلہ شروع کر دیا، پھر صُلح حُدیبیہ طے پائی۔

(فتح الباری ج ۷ ص ۳۴۵)

صُلح کی تفصیل کے لئے ہماری کتاب "ہدایت کے چراغ" جلد ۲ ص ۵۸۷ مطالعہ کیجئے جو اس واقعہ کی مکمّل دستاویز ہے۔

حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ:۔

صُلح حدیبیہ کے شروط ستّہ (چھ شرطوں) میں ایک پانچویں دفعہ یہ بھی تھی کہ قبائل عرب میں جو قبیلہ بھی مسلمانوں یا اہل قریش (مشرکینِ مکّہ) کے ساتھ عہد و پیمان کے تعلقات قائم کرنا چاہے اس کو اجازت رہیگی اس الحاق اور عہد و پیمان کا دونوں فریق (مسلمان اور اہل قریش) احترام کریں گے، چنانچہ یہودی قبائل میں قبیلہ بنو خزاعہ نے تو مسلمانوں کے ساتھ عہد و پیمان اور ایک دوسرے کی مدد وتعاون کا معاملہ طے کر لیا۔

یہود کا دوسرا قبیلہ بنو بکر نے قریش مکّہ (مشرکین) کے ساتھ دوستی وعہد و پیمان کا معاہدہ کر لیا۔ اِن دونوں قبیلوں بنو خزاعہ اور بنو بکر میں زمانۂ قدیم

سے بغض وعداوت چلی آرہی تھی اس معاہدہ سے کچھ ٹھیراؤ پیدا ہوا لیکن بہت جلد دونوں میں یہ معاہدہ برقرار نہ رہ سکا۔

قبیلہ بنو بکر (قریش مکّہ کے طرفدار) نے ایک رات قبیلہ بنو خزاعہ (مسلمانوں کے طرفدار) پر اچانک حملہ کرکے اُن پر قیامت ڈھادی، اس غارت گری میں قریش مکّہ نے بنو بکر کا ساتھ دیا اور اُن کی بھرپور مدد کی اِنکا مقصد یہ تھا کہ بنو خزاعہ کو جنھوں نے مسلمانوں سے معاہدہ کرلیا تھا مزہ چکھایا جائے۔ بنو بکر کی یہ غدّاری وعہد شکنی صلح حُدیبیہ کی دفعہ ۵ کے خلاف تھی، اس لئے اب مسلمانوں پر صلح حُدیبیہ کے معاہدے پر قائم رہنا ضروری نہ رہا کیونکہ قریشِ مکّہ نے خود صلح حُدیبیہ توڑ دیا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیّبہ اور اس کے اطراف واکناف میں اعلانِ عام کروادیا۔

"جو شخص بھی اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان رکھتا ہو
وہ ماہِ رمضان تک مدینہ طیبہ پہنچ جائے۔"

لیکن عام طور پر کسی کو معلوم نہ تھا کہ کس جانب حملہ کا ارادہ ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ مسلمانوں کی تیاری کا علم قریشِ مکّہ کو نہ ہونے پائے۔

اس رازداری کے ساتھ اسلامی لشکر کوچ کرنے ہی والا تھا کہ ایک حادثہ پیش آگیا۔

حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ جو ایک مخلص بدری صحابی ہیں، اِن کے اہل وعیال کسی ضرورت کے تحت مکّۃُ المکرّمہ میں مقیم تھے، حضرت حاطبؓ کو

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارادے کی پوری خبر تھی، ایسے وقت ان کو اپنے اہل وعیال کا خیال ستایا کہ اگر مکّۃُ المکرّمہ پر مسلمانوں کا اچانک حملہ ہوگیا تو میرے افراد خاندان بھی زد میں آجائیں گے، کیوں نہ میں قریشِ مکّہ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارادے سے مطلع کردوں ؟ تاکہ اس اطلاع واحسان پر قریشِ مکّہ میرے اہل وعیال کی حفاظت اور خیر خواہی کریں۔ اسطرح اُن کی ہمدردی حاصل کرکے میں اپنے اہل وعیال کو محفوظ بنالونگا۔

اس خام خیالی میں حاطب بن ابی بلتعہؓ نے قریشِ مکّہ کے سرداروں کے نام ایک خط روانہ کردیا کہ عنقریب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد مکّۃُ المکرّمہ پر حملہ کرنے کے لئے کوچ کررہی ہے آپ لوگ خبردار ہوجائیں، وغیرہ وغیرہ

پھر اس خط کو نہایت رازداری کے ساتھ ایک مسافر خاتون کے ذریعہ مکّۃُ المکرّمہ روانہ کردیا، یہ عورت مدینہ طیّبہ سے جونہی نکلی اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بذریعۂ وحی واقعہ کی اطلاع کردی۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ، حضرت زُبیرؓ، حضرت مقدادؓ کو روانہ کیا اور یہ بھی ہدایت کی کہ وہ عورت مقام "روضۂ خاخ" میں تم کو اُونٹ پر سوار ملے گی، اس کے پاس مشرکینِ مکّہ کے نام حاطب بن ابی بلتعہؓ کا ایک خط ہے جسکو جبرًا لے لینا۔

یہ تینوں حضرات نہایت تیز رفتاری سے اُس مقام تک جا پہنچے، اُس عورت کو پایا اور خط کا مطالبہ کیا، اُس نے ایسے کسی بھی خط کا اِنکار کیا، آخر ان حضرات نے جامہ تلاشی کی دھمکی دی تو مجبور ہوکر اپنے سر کے گندھے

بالوں سے ایک خط نکالکر دے دیا۔

یہ حضرات خط لے کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ گئے آپؐ نے حاطبؓ کو طلب فرمایا اور فہمائش کی یہ کیا معاملہ ہے؟

حاطبؓ نے بلا کسی خوف و اندیشہ عرض کیا، یارسول اللہ! میرے مواخذہ میں عجلت نہ فرمایئے پہلے میرا عُذر سماعت فرمایئے۔

یارسول اللہ! قریش مکّہ سے میری کوئی رشتہ داری نہیں صرف دوستانہ تعلقات ہیں ان دنوں میرے اہل وعیال مکۃ المکرّمہ میں مقیم ہیں جنکا وہاں کوئی حامی ومددگار نہیں بخلاف مہاجرین کہ اُن کی قرابتیں ورشتہ داریاں وہاں موجود ہیں، ان رشتہ داروں کی وجہ سے اُن کے بقیہ اہل وعیال محفوظ ہیں، اس لئے میں نے چاہا کہ قریشِ مکّہ کے ساتھ کچھ ایسا احسان وسلوک کردوں جس کے صلہ میں وہ لوگ میرے اہل وعیال کا پاس ولحاظ کریں اور اُن کی حفاظت ہو جائے۔

بس اسی غرض کے تحت میں نے اہلِ قریش کو خط لکھدیا تھا، یارسول اللہ قسم ہے اللہ کی! نہ میں نے خیانت کی ہے نہ اسلام سے مُنہ پھیرا ہے نہ ہی کفر پر راضی ہوا ہوں۔ میری غرض ونیّت وہی تھی جو میں نے بیان کی صحیح بخاری کی روایت میں یہ جُملہ بھی موجود ہے۔

جب آپؐ نے حاطبؓ کا یہ عُذر سُنا تو ارشاد فرمایا:

اَمَا اِنَّہٗ قَدْ صَدَقَکُمْ۔ یقیناً حاطبؓ نے سچ سچ بیان کردیا۔

یہ سُنکر سیّدنا عمرؓ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ عرض کیا، اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ (حقیقی علم اللہ اور اُس کے رسول ہی کو ہے) حالانا سیّدنا عمرؓ نے ابتداءً

یہ واقعہ سنتے ہی عرض کیا تھا، یارسول اللہ! اجازت دیجئے حاطبؓ کی گردن اُڑا دوں؟

بہرحال حاطب بن ابی بلتعہؓ کے اس واقعہ پر قرآن حکیم کی یہ آیات نازل ہوئیں:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِیَآءَ۔ الخ (سورۃ الممتحنۃ آیت ۱)

ترجمہ:۔ اے ایمان والو! تم میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ، تم ان کے ساتھ دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہو حالانکہ جو سچّا دین تمہارے پاس آچکا ہے اس کو وہ لوگ قبول کرنے سے انکار کرچکے ہیں۔ اِن لوگوں کا حال تو یہ ہے کہ رسول کو اور تم سب کو صرف اس وجہ سے جلاوطن کردیا کہ تم اللہ پر ایمان لائے جو تمہارا رب ہے، جبکہ تم میری راہ میں جہاد کرنے نکل چکے ہو اور میری خوشنودی کے لئے اپنے گھروں اور وطن کو چھوڑ چکے ہو۔ تم چھُپا کر ان کو دوستانہ پیغام بھیجتے ہو حالانکہ جو کچھ تم چھُپا کر کرتے ہو اور علانیہ کرتے ہو ہر چیز کو میں خوب جانتا ہوں جو شخص بھی تم میں ایسا کرے گا وہ یقیناً سیدھی راہ سے بھٹک گیا۔

حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کو معاف کردیا گیا لیکن قیامت تک کے لئے یہ درس ونصیحت قرار پایا۔ (بخاری ج ۲ صفحہ ۹۲۵)

چار مؤمنات صادقات :-

غزوۂ احزاب ۵ھ ہجری کے بعد قبیلہ بنو نضیر اور بنو قریظہ (یہودی بستیاں) کی فتوحات اور اموالِ غنیمت کی عام تقسیم نے مسلمانوں میں ایک گونا خوشحالی پیدا کردی تھی، اِن فتوحات میں بکثرت مال وزر ہاتھ آیا تھا، اسی زمانے میں ازواجِ مطہّرات کو بھی خیال آیا کہ نبی کا گھر بھی اس خوشحالی سے مستفید ہونا چاہیئے، گھریلو خرچ کی تنگی جو عرصہ سے چلی آرہی تھی وہ دُور ہوجانی چاہیئے۔ ازواجِ مطہّرات نے آپس میں مشورہ کیا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کردیا:

یارسول اللہ! قیصر و کسریٰ (روم و ایران کے بادشاہ) کی بیگمات طرح طرح کے زیورات قیمتی لباس میں ملبوس ہیں اور اُن کی خدمات کیلئے باندیاں اور غلام ہیں، اور ہمارا یہ حال ہے کہ فقر و فاقہ تک دُور نہیں ہوتا، کیا ہمارا درجہ ان مُشرکات سے بھی کمتر ہے؟ کہ ہمیں ضروری خرچ بھی میسّر نہ ہو؟

یارسول اللہ! اِن دنوں مال و دولت کی کثرت سے بیت المال بھرا ہوا ہے، کم از کم سال بھر کا خرچہ بیک وقت ہمیں دے دیا جائے تاکہ سکون سے ہماری ضرورتیں پوری ہوتی رہیں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس مطالبہ پر خاموش ہوگئے کچھ جواب نہ دیا۔

حُسنِ اتفاق سے انہی دنوں حضرت عمر الفاروق رضؓ نے اپنی صاحبزادی سیّدہ حفصہؓ

کو جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ہیں کسی معاملہ میں سخت و سُست کہا تھا کہ تم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو تنگ کرنے لگی ہو اور آپؐ سے وہ چیز طلب کرتی ہو جو آپؐ کے پاس موجود نہیں، اگر تمھارا یہی رویّہ رہا تو کہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم طلاق نہ دے دیں اللہ نے آپؐ پر نکاح کے بارے میں کوئی تحدید (پابندی) نہیں رکھی۔

بہرحال ازواجِ مطہّرات نے اپنا مطالبہ پیش کر ہی دیا تھا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تردّد اور فکر میں پڑ گئے، وحی الٰہی کا انتظار تھا لیکن وحی بھی نہ آئی، آپؐ نے اپنی ازواجِ مطہّرات سے ایک ماہ کیلئے علیحدگی اختیار کرلی، اسوقت آپؐ کے نکاح میں صرف چار ازواج تھیں۔

سیّدہ سودہ رضؓ، سیّدہ عائشہ رضؓ، سیّدہ حفصہ رضؓ، سیّدہ اُمّ سلمہ رضؓ۔

(احکام القرآن ابن العربی ج ۲ ص ۱۳)

یکماہ بعد آیات نازل ہوئیں۔

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ إِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا - الآيہ (سورۃ الاحزاب آیت ۲۸)

ترجمہ :- اے نبیؐ آپ اپنی ازواج سے فرمادیں (تم سے دو ٹوک بات کی جاتی ہے تاکہ ہمیشہ کے لئے بات صاف ہوجائے وہ یہ کہ) اگر تم دُنیاوی زندگی کا عیش اور اس کی بہار چاہتی ہوں تو آؤ میں تمکو کچھ مال ومتاع دے دوں اور خیر و خوبی کے ساتھ رُخصت بھی کردوں (یعنی سُنّت کے مطابق طلاق دے دوں تاکہ جہاں چاہو جاکر دُنیا حاصل کرلینا) اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کو اور عالمِ آخرت (کے بلند درجات) کو

چاہتی ہوں تو تم میں نیکی پسند کرنے والیوں کے لئے اللہ نے اجرِ عظیم مہیّا کر رکھا ہے۔ الخ (تفسیر بحر محیط ابو حیّان)

جب یہ آیات نازل ہوئیں تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے سیّدہ عائشہ صدّیقہؓ سے گفتگو کی۔

"اے عائشہؓ! میں تم سے ایک بات کہتا ہوں جواب دینے میں عجلت نہ کرنا بلکہ اپنے والدین سے مشورہ کرکے مجھے جواب دینا۔ اللہ کی طرف سے یہ حکم آچکا ہے، تم سب کو اختیار دے دیا گیا ہے چاہے موجودہ زندگی پر قناعت کرکے نبی کی زوجیت کو پسند کرلیں یا پھر اپنا اپنا حق لیکر نبی کے گھر سے رُخصت ہوجائیں؟"

یہ سُنتے ہی سیّدہ عائشہ صدّیقہؓ نے عرض کردیا:

یارسول اللہ! بھلا یہ بات مشورہ کرنے کی ہے کہ میں اپنے والدین سے پُوچھوں؟ یارسول اللہ! میں نے تو اللہ اور اس کے رسول اور دارِ آخرت ہی کو اختیار کرلیا ہے مجھکو مشورہ وغیرہ کی ضرورت نہیں۔

سیّدہ عائشہ صدّیقہؓ کے اس جواب پر آپؐ کو خوشی ہوئی، ارشاد فرمایا: اے عائشہؓ مجھکو تم سے یہی اُمّید تھی۔

اس کے بعد آپؐ نے بقیہ ازواج سے فرداً فرداً یہی بات دُہرائی سب نے وہی جواب دیا جو سیّدہ عائشہؓ نے دیا۔

ملحوظہ:۔ روایات میں یہ اضافہ بھی ملتا ہے، جب آپؐ چلنے لگے تو سیّدہ عائشہؓ نے عرض کیا:

یارسول اللہ! میرا جواب کسی بھی بیوی پر ظاہر نہ فرمایئے، انکو خود جواب دینے کا موقعہ دیجئے۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا، اگر کوئی دریافت کرے تو میں ظاہر بھی کردونگا ورنہ نہیں۔

بحمدُاللہ اس کی نوبت ہی نہ آئی، چاروں بیویوں نے ایک ہی جواب دیا اور سب نے موجودہ زندگی کو اللہ اور اُس کے رسولؐ اور دارِ آخرت کے ساتھ پسند کرلیا، پھر کسی خاتون نے بھی تا حیات تنگی کی شکایت نہ کی۔

(مسند احمد، مُسلِم، نسائی، ابن ماجہ)

چاؒر معذُور وَفادار:۔

غزوۂ تبوک کے سفر میں جن تین مخلص مسلمانوں نے شرکت نہ کی تھی جن کا تذکرہ گزشتہ صفحات میں آچکا ہے، ان کے علاوہ دیگر چارؓ مخلص مسلمانوں نے بھی شرکت نہ کی تھی جن کے نام یہ ہیں۔

ابُولبابہؓ، مَرداسؓ، اَوسؓ بن خدامؓ، ثعلبہؓ بن ودیعہؓ،

(اسبابُ النُّزول للسیوطیؒ)

ان چاروںؓ کی عدم شرکت کسی ذہنی وفکری بغاوت سے تعلق نہیں رکھتی تھی، صرف غفلت وکاہلی نے "آج کل" کے بے حقیقت عنوان کے تحت انھیں پیچھے کردیا تھا۔ ان حضرات کو جب معلوم ہوا کہ پیچھے رہ جانے والوں کے متعلق اللہ اور اس کے رسولؐ کی کیا رائے ہے تو انھیں ندامت وغم نے بے سکون کردیا۔

اس سے پہلے کہ ان سے باز پُرس ہو چاروں نے اپنے آپکو مسجد نبوی شریف

کے ستونوں سے باندھ لیا اور عہد کرلیا کہ ہم پر کھانا، پینا، سونا حرام ہے جبتک کہ ہم کو معاف نہ کردیا جائے یا پھر اسی حالت میں فوت ہوجائیں، چنانچہ کئی دن بے آب وخواب ستونوں سے بندھے رہے حتّٰی کہ ان میں بعض بے ہوش و چکّر کھا کر گرپڑتے تھے۔

چند دنوں کے بعد ان کی توبہ نازل ہوئی، انھیں بتایا گیا اللہ اور اُسکے رسولؐ نے تم سب کو معاف کردیا ہے، یہ حضرات اپنی خود گرفتاری سے آزاد ہوکر آپؐ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا:

یارسول اللہ! ہماری توبہ میں یہ بھی شامل ہے کہ جس مال وساز وسامان نے ہمیں اللہ کی راہ میں چلنے سے روک دیا ہے وہ سارا کا سارا صدقہ کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، سارا مال صدقہ کرنے کی ضرورت نہیں صرف ایک تہائی کافی ہے۔

چنانچہ ان حضرات نے اپنے اپنے گھر کا ایک تہائی حصّہ اُسی وقت خیرات کردیا۔ (اس واقعہ کے بعد اپنے کل مال کا ایک تہائی حصّہ اپنی حیات میں صدقہ کرنے کی اجازت قیامت تک کے لئے اسلام کی سُنّتوں میں شامل ہوگئی)۔

یہ سب حضرات مخلص مومن تھے، ان کا پچھلا کارنامہ ہر عیب سے خالی تھا، یہ اللہ اور اس کے رسولؐ کے سچّے وفادار تھے۔ انھوں نے اپنی عملی زندگی کو کفر ونفاق سے ہمیشہ دُور رکھا تھا، اسلام کے عظیم معرکوں میں پورے اخلاص سے شرکت کرتے تھے، اسلام کی سربلندی کیلئے مال وجان

کی بازی لگادینا ان کا مقصدِ حیات تھا، اِن کی زندگی کے یہی لیل ونہار تھے، چونکہ صادق الایمان تھے اسی ایمانی احساس نے انھیں اعترافِ جُرم پر مجبور کردیا۔

بشری کمزوریوں سے کون خالی ہے، لغزش وکوتاہی ہر انسان کا لازمہ ہے اگر کسی انسان سے بھُول وغفلت ہوجائے یا دانستہ بھی کوئی بُرا عمل اتفاقاً ہوجائے تو یہ اس کے عدم اخلاص یا کفر ونفاق کی علامت نہیں اور نہ اس کا یہ طرزِ عمل دینی بیزاری یا آخرت فراموشی قرار پائے گا۔ کسی کے گاہے ماہے عمل کو دیکھکر کوئی حتمی وقطعی فیصلہ کردینا بڑی بے جا جسارت ہوگی۔

(اللہ نقد وتبصرہ کرنے والوں کو توفیق وہدایت دے)۔

غزوۂ تبوک میں مذکورہ بالا حضرات کی عدم شرکت، بھول، غفلت لغزش وکوتاہی، خطاونسیان جیسے عنوانات کے تحت تو آسکتی ہے، کفر والحاد، ارتداد ونفاق کے باعث ممکن نہیں جیساکہ مُنافقوں کی رَوِش ہوا کرتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ نہ صرف ان حضرات کی توبہ قبول کی گئی بلکہ انکا نیک اُبدی تذکرہ قرآن حکیم کی آیات میں قیامت تک پڑھا جائے گا، یہ اللہ سے رَاضی رہے اور اللہ بھی ان سے رَاضی ہوا۔

(سورۂ توبہ آیت نمبر ۱۰۲،۱۰۱)

اَخلاق کی بلند کرداری :-

سیّدہ عائشہ صدّیقہؓ پر منافقین کے علاوہ جن سادہ لوح مسلمانوں نے تہمت میں حصّہ لیا تھا، (جس کا تذکرہ سورۂ نور آیات ۱۱ تا ۲۱ میں موجود ہے) ان میں حضرت مسطح بن اثاثہؓ ، حضرت حسّان بن ثابتؓ اور سیّدہ حمنہ بنت جحشؓ شامل ہیں (پوری تفصیل ہماری کتاب "ہدایت کے چراغ" جلد ۲ ص ۶۸۹ پر مطالعہ کیجئے)

اوّل الذّکر دونوں صحابی "اصحابِ بدر" میں شامل ہیں جن کی مغفرت وکامیابی کا وعدہ اللہ نے کردیا تھا (بخاری) مگر ان دونوں سے سخت لغزش ہوگئی جس پر دونوں حضرات نے سچّی توبہ بھی کرلی اور اللہ نے ان کی توبہ بھی قبول فرمالی جس کا تذکرہ قرآن حکیم کی سورۂ توبہ آیت ۱۴ میں موجود ہے۔

پہلے صحابی حضرت مسطحؓ سیّدنا ابو بکر صدّیقؓ کے قریبی رشتہ دار مسکین ونادار مسلمان تھے حضرت صدّیق اکبرؓ ان کی اور ان کے اہل وعیال کی مالی امداد کیا کرتے تھے۔

سیّدہ عائشہ صدّیقہؓ فرماتی ہیں، اللہ تعالیٰ نے جب میری برأت و پاکدامنی نازل فرمادی، میرے والد سیّدنا ابو بکر صدّیقؓ نے قسم کھالی کہ وہ آئندہ سے مسطحؓ کی امداد نہ کریں گے۔

کیونکہ انھوں نے نہ ایمانی رشتہ کا پاس ولحاظ کیا نہ ہی احسان وصلہ رحمی کا خیال کیا، اس طرح میرے والد نے اُن کی امداد بند کردی، ایسے ہی دیگر حضرات نے بھی قسم کھالی تھی کہ جن جن لوگوں نے اس بُہتانِ عظیم میں حصّہ لیا

ہے ان کی کوئی مدد نہ کی جائے گی۔

اس صورتِ حال پر قرآن نازل ہوا:

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنكُمْ وَالسَّعَةِ أَن يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ، الخ (سورۃ النور آیت ۲۲)

ترجمہ:- تم میں جو لوگ صاحبِ فضل اور حیثیت والے ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ اپنے رشتہ داروں اور مساکین اور مہاجرین فی سبیل اللہ لوگوں کی مدد نہ کریں گے، انھیں معاف ودرگزر کردینا چاہیئے۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمھیں (بھی کسی خطا پر) معاف کردے اور اللہ مغفرت والا رحمت والا ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جب یہ آیات تلاوت کیں اسی وقت سیّدنا ابو بکر صدّیقؓ ودیگر اصحاب نے بَرملا کہا:

بَلَىٰ وَاللَّهِ إِنَّا نُحِبُّ أَن تَغْفِرَ لَنَا يَا رَبَّنَا۔

واللہ ہم ضرور چاہتے ہیں کہ ہمارا رب ہماری خطائیں معاف کردے۔

صدّیق اکبرؓ نے حضرت مسطحؓ کی امداد پہلے سے زیادہ کردی اور دیگر اصحابؓ نے بھی۔ لا الٰہ الّا اللہ

حضرت عبداللہ بن عمروؓ:۔

یہ نوجوان صحابیؓ اپنی جوانی ہی میں عبادت گزار، شب بیدار، زاھد و پرہیز گار انسان شمار کئے جاتے تھے۔

اپنے نکاح کا واقعہ خود بیان کرتے ہیں۔

میرے والد نے ایک اچھے وشریف خاندان کی لڑکی سے میرا نکاح کردیا تھا اور پھر آئے دن اپنی بہو کی خیر وخیریت لینے ہمارے گھر آیا کرتے تھے اور اپنی بہو سے پوچھا کرتے تھے کہ تمہارا شوہر کیسا ہے؟ اور تمہارے ساتھ اس کے تعلقات کیسے ہیں؟

ایک دن حسبِ عادت آئے اور پوچھا آجکل تمہارا کیا حال ہے؟ شوہر کیسے ہیں؟ بیوی نے کہا ویسے تو وہ اچھے ونیک انسان ہیں لیکن انھوں نے نکاح کے بعد سے آج تک بستر پر قدم تک نہیں رکھا اور نہ ہی گھریلو امور میں کوئی توجہ دی۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ کہتے ہیں، میرے والد نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ صورتِ حال بیان کردی، آپؐ نے مجھکو طلب فرمایا، میں حاضرِ خدمت ہوا، دریافت فرمایا:

عبداللہ! تمہارے روزوں کا کیا حال ہے؟

میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! ہر دن روزہ رکھتا ہوں۔

پھر آپؐ نے تلاوتِ قرآن کا حال دریافت فرمایا، میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! ہر رات ایک قرآن ختم کرتا ہوں۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا، ہر ماہ صرف تین ۳ روزے رکھ لیا کرو اور ہر ماہ ایک قرآن ختم کرلیا کرو۔

میں نے عرض کیا، یارسول اللہ! میں جوان آدمی ہوں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔

ارشاد فرمایا، پھر سب سے بہتر روزہ صومِ داؤد (علیہ السلام) رکھ لیا کرو وہ ایک دن روزہ دوسرے دن افطار کرلیا کرتے تھے (یعنی ایک دن آڑ روزہ رکھا کرتے تھے) رہا قرآن کا ختم ہر سات یوم میں ایک بار کرلیا کرو۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ حیاتِ نبویؐ میں آپؐ کی ہدایات کے مطابق عبادت کرلیا کرتے پھر جب بوڑھے ہوگئے تو اپنی آخری زندگی میں حسرت بھرے لہجے میں کہا کرتے تھے:

میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پہلی ہدایات کو کیوں نہ قبول کیا اب اس آخر عمر میں معمولات کو پورا کرنے کی طاقت نہ رہی تاہم دیر سویر معمولات پورا کرلیا کرتے تاکہ معمولات فوت نہ ہوں۔ (بخاری ج ۱، ۷۵۵)

حضرت ابوطلحہؓ انصاری:۔

مدینہ طیبہ کے رہنے والوں میں حضرت ابوطلحہؓ مالدار اور صاحبِ جائیداد انسان شمار کئے جاتے تھے، ان کی جائیداد میں مسجد نبوی شریف کے بالمقابل ایک آباد باغ تھا جس میں میٹھے پانی کا کنواں بھی تھا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس کنویں کا پانی پینے کے لئے باغ تشریف لایا کرتے (ویسے بھی مدینہ طیبہ میں میٹھے پانی کی قلت تھی آپؐ کی تشریف آوری سے کنویں کی

شان و آن بالاتر ہوگئی اور وہ باغ اور کنواں قیمتی اثاثہ شمار ہونے لگا، اور آج ۱۴۲۸ھ یہ جگہ مسجد نبوی شریف کی توسیع میں شامل ہوگئی)۔

جب قرآن حکیم کی آیت لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ الآیۃ (سورۂ آل عمران آیت ۹۲) نازل ہوئی۔

ترجمہ:۔ تم خیر کامل کو کبھی حاصل نہ کرسکو گے یہاں تک کہ اپنی محبوب چیز کو (اللہ کی راہ میں) خرچ نہ کردو۔

حضرت ابوطلحہ انصاری رضؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں آئے اور عرض کیا، یارسول اللہ! میرے عزیز وپسندیدہ مال میں بیرحار (باغ) اپنے سب اموال سے عزیز تر ہے، یارسول اللہ! میں اسکو آپؐ کی خدمت میں ہدیہ کرتا ہوں آپؐ جہاں چاہیں صدقہ کردیں، میں اس باغ کا اجر وصلہ آخرت میں لینا چاہتا ہوں۔

حضرت ابوطلحہ رضؓ کے اس گرانقدر مال کو آپؐ نے خوشدلی سے قبول فرمالیا اور ارشاد فرمایا: "یہ بہت ہی نفع بخش تجارت ہے۔" (الحدیث)

تمھاری نیّت وارادے کو میں نے جان لیا بہتر ہے تم اس باغ کو اپنے غریب رشتہ داروں میں تقسیم کردو۔ حضرت ابوطلحہ رضؓ نے اس باغ کے چند حصّے کئے پھر رشتہ داروں میں تقسیم کردیا۔ (بخاری ج ۱ ص ۳۸۸)

ملحوظہ:۔ مفسر قرآن شاہ عبدالقادرؒ آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"جس چیز سے دل بہت لگا ہو اُس کے خرچ کرنے کا بڑا درجہ ہے یوں تو ثواب ہر چیز (کے خرچ کرنے) میں ہے۔

(موضح القرآن)

حضرت ابُوہُریرہ رضؓ:۔

حضرت ابُوہریرہؓ اپنا حال بیان کرنے سے پہلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے گھر کا حال بیان کرتے ہیں۔ بیت نبویؐ کے رہنے والوں نے وفاتِ نبویؐ تک مسلسل تین دن پیٹ بھر کھانا نہیں کھایا۔

یعنی ہر روز پیٹ بھر کھانے کو کوئی چیز میسّر نہ ہوتی جو کچھ فراہم ہوجاتا وہ کھالیا کرتے پھر دوسرے دن کا کوئی انتظام نہ ہوتا، اسی طرح ہفتے اور مہینے گزر جاتے، اگر کسی دن پیٹ بھر غذا فراہم ہو بھی گئی تو دوسرے تیسرے دن کچھ نہ ہوتا۔

بیتِ رسولؐ کا یہ حال آپؐ کی وفاتِ شریفہ تک ایسے ہی رہا، اس کے بعد حضرت ابُوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ہمارا حال بھی کچھ ایسے ہی تھا، ایک دن شدید بھوک نے بے چین کردیا، مسجد نبوی سے باہر نکلا حضرت عمر بن الخطابؓ سے ملاقات ہوگئی جو اپنے گھر جارہے تھے، میں نے قرآن حکیم کی ایک آیت کے بارے میں دریافت کرنا شروع کیا، مقصد تو یہ تھا کہ اس بہلانے حضرت عمرؓ کے گھر تک چلوں شاید وہ کھانے کے لئے اپنے گھر لے چلیں لیکن میری یہ تدبیر کامیاب نہ ہوسکی، حضرت عمرؓ جواب دے کر اپنے گھر میں داخل ہوگئے اور میں سلام کرکے واپس ہوگیا۔

کچھ ہی دُور چلا تھا کہ بھُوک کی شدّت سے چکرایا اور گر پڑا، جب ہوش آیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے قریب کھڑے پایا۔ ارشاد فرمایا ابُوہریرہؓ؟ میں نے لبّیک کہا (میں حاضر ہوں)۔

آپؐ نے میرا ہاتھ تھاما اور مجھکو کھڑا کردیا، میری حاجت کو محسوس فرمایا، اپنے ساتھ گھر لے گئے اور دُودھ کا پیالہ عنایت فرمایا۔ میں نے اُسی وقت پی لیا، پھر دوسرا عنایت فرمایا وہ بھی پی لیا، پھر تیسرا پیالہ دیا فرمایا یہ بھی پی لو؟ میں نے اس کو بھی پی لیا۔ بھوکا تو تھا مجھکو کچھ احساس نہ ہوا پیٹ مشکیزہ کی طرح ہوگیا پھر میں واپس ہوگیا۔

دوسرے دن حضرت عمرؓ سے ملاقات ہوئی، کل والا قصّہ بیان کیا اور یہ بھی کہا کہ اللہ کی شانِ کریمی دیکھو وہ جس سے چاہے جو چاہے کام لے لے۔

اے عمرؓ! اللہ نے تم سے بہتر انسان سے وہ کام لے لیا جس کا میں محتاج تھا۔

اے عمرؓ! میں نے تو صرف اپنی ایک حاجت کے لئے آپ سے قرآن حکیم کی ایک آیت کا مطلب دریافت کیا تھا واللہ مجھکو اس کی ضرورت نہ تھی، اس بہانے سے شاید آپ اپنے گھر لے چلیں گے اور میں اپنی بھوک ختم کرلوں گا، لیکن میں اپنی تدبیریں کامیاب نہ ہوسکا، میرے نصیب میں بیتِ نبویؐ کا حصّہ تھا جو مجھکو مل گیا۔

حضرت عمر بن الخطابؓ نے فرمایا، اللہ کی قسم! اگر مجھکو تمھارے حال کا علم ہوتا تو میں تمکو اپنے گھر ضرور لے جاتا، یہ سعادت مجھکو قیمتی اونٹوں کے مل جانے سے کہیں بہتر ثابت ہوتی۔

(بخاری شریف ج ۲ ص ۸۰۹)

حضرت ابُوالدّرداءؓ:۔

کثیر بن قیس کہتے ہیں، میں ایک دن حضرت ابوالدرداءؓ صحابیِ رسولؐ کے ساتھ جامع مسجد دمشق (ملک شام) میں بیٹھا تھا ایک شخص آئے انھوں نے حضرت ابوالدرداءؓ سے کہا، میں مدینۃ الرسول (مدینہ طیبہ) سے آیا ہوں، مجھکو معلوم ہوا کہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بیان کرتے ہیں میں اس حدیث شریف کو سُننا چاہتا ہوں۔

حضرت ابوالدرداءؓ نے فرمایا ٹھیک ہے سُنو! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے سُنا ہے، جو شخص طلب علم کے لئے راہ اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنّت کا راستہ آسان کردیتے ہیں اور اللہ کے فرشتے ایسے شخص کے لئے اُس کی راہ میں اپنے بازو پھیلا دیتے ہیں، فرشتوں کا یہ اکرام طالب علم کی رضا و خوشنودی کے لئے ہوا کرتا ہے۔

عالم دین کے لئے زمین و آسمانوں کے رہنے والے دُعائے مغفرت کرتے ہیں حتّٰی کہ سمندر کی مچھلیاں بھی اس کے لئے مغفرت کی دُعا کرتی ہیں۔

اور عالم کی فضیلت و بزرگی، عبادت گزار عابد پر ایسی ہے جیسے چودہویں رات کے چاند کو آسمان کے سارے ستاروں پر، اور علماء حضرات انبیاء علیہم السّلام کے علمی وارث ہوا کرتے ہیں، انبیاء کرامؑ اپنے ترکہ (میراث) میں مال و دولت چھوڑ کر نہیں جاتے بلکہ علم چھوڑ جاتے ہیں جس کو یہ علم مل گیا اس نے عظیم الشان حصّہ پالیا۔

(ابُوداؤد، ج ۲ کتابُ العلم، حدیث ۳۶۴۱)

اَصحَابُ الصُّفّہ:۔

غریب و بے سہارا مسلمانوں کی ایک جماعت مسجد نبوی شریف کے ایک جانب رہا کرتی تھی ان کے نہ اہل و عیال تھے نہ گھر بار، مسجد نبویؐ ہی ان کا گھر تھا، ان کا کام بھی یہی تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں اور آپؐ کے ارشادات سماعت کریں پھر اپنی جگہ آجائیں ان حضرات کو اصحابِ الصُّفّہ کہا جاتا تھا۔

صُفّہ چبوترہ، بیٹھک کو کہتے ہیں چونکہ ان کا قیام اسی پر رہا کرتا تھا اس لئے اِنھیں اصحابُ الصُّفّہ کہا گیا، اِن کی تعداد بڑھتے گھٹتے رہا کرتی تھی، زیادہ سے زیادہ سّتّر افراد بیان کی جاتی ہے۔

اس جماعت کے سربراہ حضرت ابُوہریرہؓ سمجھے جاتے تھے، ان حضرات کی خوراک کا انتظام اہلِ مدینہ کے باغات والے کیا کرتے اور بعض اہلِ خیر حضرات بھی۔

صحابیِ رسولؐ حضرت فضالہ بن عبیدؓ کا کہنا ہے کہ اس جماعت کے خورد و نوش کا کوئی مستقل انتظام نہ تھا، اکثر فقر و فاقہ ہی اِن کی غذا ہوا کرتی، اِن میں بعض حضرات بھوک کی شدّت سے نمازوں میں کھڑے کھڑے گر پڑتے، اجنبی اور ناواقف اِن کو دیوانے یا مریض خیال کرتے حالانکہ ایسا نہ تھا۔

جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم نماز سے فارغ ہوجاتے اِن حضرات کے پاس تشریف لاتے اور اِنھیں تسلّی دیتے اور ارشاد فرماتے: اگر تمکو یہ

معلوم ہوجائے کہ آخرت میں تمکو کیا کیا نعمتیں و سرفرازیاں ملنے والی ہیں تو اپنے اس فقر و فاقہ میں مزید اضافہ کی تمنّا کرتے، اس پر ان حضرات کو تسلّی ہوجاتی۔

صُفّہ دراصل مسجد نبوی شریف کی درسگاہ تھی اِن حضرات کا کام ارشادات نبوی کو محفوظ کرنا اور آپؐ کی صحبت سے استفادہ کرنا ہوا کرتا تھا۔

(ترمذی، ج ۲ ص ۶۴)

آج ۱۴۲۸ھ یہ مقام اپنی اصلی جگہ پر موجود ہے لوگ اس پر نمازیں اور تلاوت قرآن اور دُعاء کرتے ہیں۔

حضرت مُصعبؓ بن عُمیرؓ:۔

سیّدنا علیؓ فرماتے ہیں ایک دن ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد نبوی میں بیٹھے تھے اچانک نوجوان صحابی مُصعب بن عمیرؓ ایسی حالت میں آئے کہ سارے جسم پر صرف ایک پُرانی پیوند والی چادر تھی، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی جب ان پر نظر پڑی آپؐ غمزدہ ہوگئے، کیونکہ آپ اُنھیں نہایت ناز و نعمت اور ہمیشہ شاہی لباس میں دیکھا کرتے تھے۔ ان کی یہ خستہ حالت محض ان کے اسلام قبول کرنے سے ہوگئی۔

ان کا باپ مدینہ طیّبہ کے خوشحال و مالدار انسانوں میں شمار ہوتا تھا اپنے اکلوتے بیٹے مصعبؓ کو نہایت ناز و نعمت میں رکھّا تھا صبح ایک اور شام دوسرا لباس زیب تن کراتا اور ان کی شان و آن میں ذرا بھی فرق نہ آنے دیتا لیکن جب مُصعبؓ نے اسلام قبول کرلیا تو کافر باپ ناراض ہوگیا اور اُنھیں

گھر بدر کر دیا چلتے وقت ان کے جسم کا لباس بھی اُتار لیا یہ برہنہ حالت میں باہر ہوگئے کسی نے چادر دے دی اسکو لپیٹ لیا۔

ان کی سابقہ زندگی اور موجودہ حالت دیکھکر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا دل بھر آیا، آنسو نکل پڑے، پھر آپؐ نے حاضرین سے فرمایا، ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا کہ تم صبح کو ایک اور شام کو دوسرا لباس استعمال کروگے تمہارے آگے ایک دستر خوان ہوگا تو دوسرا اٹھالیا جائے گا، تم اپنے گھروں کو خوبصورت اور قیمتی پردوں سے اس طرح زینت دوگے جیسا خانہ کعبہ کو قیمتی پردوں سے زینت دی جاتی ہے۔

(آپؐ کے بیان کا یہ مقصد تھا کہ آئندہ تم پر بھی عیش و عشرت کی فراوانی ہوگی)

صحابہؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ! تو پھر ہماری وہ زندگی آج کی تنگ زندگی سے بہتر ہوگی؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا نہیں! نہیں! آج تم آنے والی زندگی سے بہتر زندگی میں ہو۔ (ترمذی ج ۲ ص ۷۲)

ملحوظہ:۔ دُنیا کی کثرت اور فراوانی بظاہر خوشنما اور پُرکشش ہوا کرتی ہے اور یہ حقیقت بھی ہے لیکن اسلام نے دُنیا کی بُہتات کو آخرت سازی کے لئے خطرہ کی گھنٹی بھی قرار دیا ہے، تفصیل کسی عالم متقی سے دریافت کرلیں؟

حضرت ابو الہیثم انصاریؓ:۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں ایک رات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خلاف معمول اپنے حجرۂ مبارک سے نکلے دیکھا کہ حضرت ابو بکرؓ اور عمر الفاروقؓ بھی باہر ہیں، فرمایا کیا بات ہے تم بے وقت باہر کیوں ہو؟

عرض کیا یارسول اللہ! آج دن بھر فاقہ تھا بے قراری نے گھر سے باہر کردیا۔

پھر آپؐ نے بھی فرمایا مجھکو بھی اسی بھوک نے باہر کردیا ہے، آؤ کسی کے گھر چلیں۔

شہر کے کنارے ایک انصاری صحابی ابو الہیثمؓ کے گھر پہنچے جو گھر پر موجود نہ تھے، ان کی بیوی نے جو دیکھا خوشی و مسرت میں مرحبا اَہلاً وَّ سَہلاً کہا۔

آپؐ نے فرمایا تمہارے شوہر کہاں ہیں؟

کہا، اپنے باغ گئے ہیں کچھ ہی دیر بعد آنے والے ہیں ابھی کچھ زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ وہ انصاری صحابی آگئے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے دونوں اصحاب کو دیکھکر باغ باغ ہوگئے اُن کی زبان سے بے ساختہ یہ کلمات نکل گئے:

مَا اَحَدٌ الْیَوْمَ اَکْرَمَ اَضْیَافًا مِّنِّیْ۔

آج روئے زمین پر مجھ سے بھی زیادہ کوئی باعزت ہوگا جو ان عظیم مہمانوں کی میزبانی کا شرف پا رہا ہو۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ

گھر کے صحن میں آپؐ کی استراحت کا انتظام کردیا باغ کے تازہ کھجوروں کا ایک بڑا خوشہ رکھدیا، عرض کیا یارسول اللہ! تناول فرمائیے کچھ ہی دیر میں

گوشت تیار کر کے لے آتا ہوں، چاقو لیکر چلنے لگے ارشاد فرمایا، ابو الہیثمؓ
دُودھ والی بکری ذبح نہ کرنا۔
کچھ دیر نہ لگی گرم گرم بُھنا گوشت لے آئے اور دسترخوان پر رکھدیا، رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں اصحابؓ شکم سیر ہوکر کھائے میٹھا پانی جو
ابھی ابھی باغ سے لایا گیا تھا نوش فرمایا۔ فراغت کے بعد آپؐ نے اپنے دونوں
اصحابؓ سے فرمایا اس عظیم نعمت کا آخرت میں سوال کیا جائے گا کہ تم نے اِس کا
کیا شکریہ ادا کیا؟ تمکو بھوک پیاس نے گھر سے باہر نکالا تھا پھر تم شکم سیر
ہو کر لوٹے۔ (مسلم نووی ج ۲ ص ۱۷۶)

سیّدہ اُمِّ سُلیمؓ :-

یہ خاتون حضرت ابُوطلحہ انصاریؓ کی بیوی تھیں، اِن کا ایک کمسن بیمار
لڑکا تھا، حضرت ابوطلحہؓ بیوی کو ضروری اشیاء دیکر اپنی کسی ضرورت کے تحت
سفر پر چلے گئے، اس عرصہ میں بچّے کا انتقال ہوگیا، پڑوسیوں نے بچّے کی
تدفین کا انتظام کردیا۔
چند دن بعد حضرت ابوطلحہؓ واپس ہوئے رات کا وقت تھا بیوی نے
ابوطلحہؓ کے کھانے پینے کا انتظام کیا اور آرام کے لئے بستر لگا دیا، ابوطلحہؓ نے
بچّے کا حال پُوچھا، بیوی نے کہا اب وہ پہلے کی نسبت پُرسکون ہے۔ ابوطلحہؓ مطمئن
ہوگئے، کھایا پیا اور ہمبستر ہوئے، فراغت کے بعد باہمّت بیوی نے بچّے کا حال
سُنایا کہ وہ آپکے جانیکے بعد وفات پاگیا، پڑوسیوں نے اسکا انتظام کردیا۔
لِلّٰہِ مَا اَعْطٰی وَلِلّٰہِ مَا اَخَذَ جس نے دیا اُسی نے لے لیا۔

ابوطلحہؓ بیوی کے صبر و تحمل اور حُسنِ عمل پر حیران رہ گئے، ساری رات
بے سکونی میں گزر گئی، فجر کی نماز کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو رات کا واقعہ
سُنایا اور اُمّ سلیمؓ کا عظیم کردار بھی بیان کیا، آپ بھی حیرت زدہ ہوگئے۔ فرمایا، کیا تم
نے بیوی کے ساتھ شب گزاری بھی کی؟
ابوطلحہؓ نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ!
آپؐ نے دُعا فرمائی، اے اللہ! اس عمل میں برکت عطا فرما، اسی دن کی شب گزاری
سے سیّدہ اُمّ سلیمؓ کو حمل قرار پایا، مدّتِ حمل پوری ہونیکے بعد چاند سا لڑکا پیدا ہوا۔
ابوطلحہؓ نے آپ کو خبر دی اور اس کو آپکی جناب میں لے آئے، آپؐ نے ایک کھجور
اپنے دہنِ مبارک سے چبایا اور اُس کا لُعاب نکالکر ہلکا سا بچّے کی زبان پر لگا دیا، بچّے
کا نام عبداللہ رکھا اور اسکو دُعا دی۔ (بخاری ج ۲ ص ۸۲۲)

ملحوظہ :- یہ لڑکا بچپن ہی میں حافظِ قرآن ہوا پھر اس کی اولاد میں
جتنے بھی لڑکے ہوئے سب حافظِ قرآن بنے۔

سیّدہ اُمّ سلیمؓ کے اس بچّے کا عُرفی نام عُمیر تھا، ماں نے اپنے بچّے کے کھیل کود
کیلئے ایک پرندہ پال رکھا تھا جس کا نام نُغیر تھا، ابوعُمیر اس سے خوب کھیلا کرتے
تھے، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب کبھی حضرت ابوطلحہؓ کے گھر تشریف لاتے
اس بچّے سے چھیڑ چھاڑ فرماتے، کچھ دنوں بعد وہ پرندہ فوت ہوگیا ایک دن حسبِ معمول
آپ تشریف لائے، ابوعُمیر سے مزاحاً پُوچھا: یَا اَبَا عُمَیْرُ مَا فَعَلَ النُّغَیْرُ۔
ابوعُمیر تمہارا نُغیر کہاں گیا؟

حضرت عُکّاشہ بن محصن رضؓ

اللہ تعالیٰ نے ایک رات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو گزشتہ انبیاء کرامؑ اور اُن کی قوموں کا مُشاہدہ کروایا، غالبًا یہ آپؐ کی بیداری کا واقعہ ہے جیسا کہ اکثر اہلِ علم لکھتے ہیں یا پھر خواب وکشف کا واقعہ ہے جیسا کہ بعض دیگر علماء کہتے ہیں بہرحال جو بھی ہو دونوں صورتیں وحیِ الٰہی سے تعلق رکھتی ہیں، کیونکہ نبی کی بیداری اور خواب کا حکم یکساں ہوا کرتا ہے۔

آپؐ کو گزشتہ انبیاء علیہم السّلام کی زیارت کروائی گئی اور ساتھ ہی اُن کی اُمّتوں کو بھی آپؐ پر پیش کیا گیا، کسی نبی کے اُمّتیوں کی بہت بڑی تعداد تھی اور کسی کی کم، حتّٰی کہ بعض ایسے انبیاء علیہمُ السّلام کو بھی دِکھلایا گیا جن کا کوئی ایک اُمّتی بھی نہ تھا (جس کا مطلب یہ تھا کہ بعض نبی ایسے بھی گزرے ہیں جن کو اُنکی قوم کے کسی ایک فرد نے بھی تسلیم نہیں کیا)۔ سُبحانَ اللّٰہِ وَبِحَمدِہٖ

پھر آپؐ کو انسانوں کا ایک پُر ہجوم مجمع دکھلایا گیا، آپؐ نے دَریافت فرمایا، کیا یہ میری اُمّت ہے؟ کہا گیا یہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور اُن کی قوم ہے۔

پھر مجھ سے کہا گیا، آسمانوں کے کناروں پر نظر ڈالیں؟ میں نے دیکھا آسمان کے چاروں کونے انسانی آبادی سے بھرے ہوئے ہیں مجھ سے کہا گیا یہ آپؐ کی اُمّت ہے۔

پھر مجھ سے کہا گیا اس عظیم تعداد میں سَتّر ہزار ایسے بھی ہیں جو بغیر حساب کتاب جنّت میں داخل ہوں گے۔

راوی کہتے ہیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اِن خوش نصیبوں کی کوئی خاص شناخت نہیں فرمائی۔ پھر آپؐ اپنے حجرۂ شریف میں تشریف لے گئے۔ صحابہ کرامؓ تجسُّس میں پڑ گئے آخر وہ کون لوگ ہوں گے، کسی نے کچھ کہا اور کسی نے کچھ، جب آپؐ کو صحابہ کا تجسُّس وفکر معلوم ہوا باہر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا:

یہ میری اُمّت کے وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے اپنی زندگی میں (ناجائز) جھاڑ پھونک (تعویذ گنڈا) نہ کئے ہوں اور نہ بدشگونی (بَدفالی) لی ہو اور نہ اپنے جسم پر داغ لگائے ہوں (جیسا کہ اس عمل کو زمانۂ قدیم میں جنّات وشیاطین کا علاج کہا جاتا تھا) اور چوتھے وہ لوگ جو اپنے رب پر کامل بھروسہ رکھے ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وضاحت پر ایک صحابی عُکّاشہ بن محصن رضؓ اُٹھ کھڑے ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ کیا میں اِن خوش نصیبوں میں شامل ہوں؟ دوسری روایت میں یہ اضافہ ہے، عکّاشہ رضؓ نے درخواست کی یا رسول اللہ! دُعاء فرمادیں عُکّاشہ رضؓ بھی اُن میں شامل ہو جائے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا ہاں! تم اُن میں شامل ہو۔ اس مرحلے پر ایک اور صحابی اُٹھے، عرض کیا یا رسول اللہ! میرے لئے بھی دُعاء فرمادیں، آپؐ نے فرمایا (سَبَقَکَ بِھَا عُکَّاشَۃُ) عکّاشہ رضؓ نے پہل کرلی۔

(بخاری ج ۲ ص ۸۵۰)

ملحوظہ:۔ اہلِ علم لکھتے ہیں شاید سَتّر ہزار کی تعداد میں ایک عدد باقی رَہ گیا تھا وہ عکّاشہ رضؓ کا نصیب بن گیا۔ یا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک عدد اضافہ کی اجازت دی گئی ہو مانگنے میں حضرت عکّاشہ رضؓ نے سبقت کرلی۔ وَاللّٰہُ اَعلم

حضرت ماعز بن مالک رضؓ :۔

حضرت ماعز رضؓ ایک غریب و بے سہارا انسان تھے ایک صاحب نے اُنھیں اپنی سرپرستی میں لے لیا تھا، جب جوان ہوئے تو پڑوس کی عورت سے بُرائی کر بیٹھے ان کے سرپرست کو جب معلوم ہوا تو انھوں نے ماعز رضؓ کو مشورہ دیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم موجود ہیں اپنا قصور اُنھیں بتادو شاید وہ تمھاری مغفرت کی دُعا فرمادیں اور تم آخرت کے عذاب سے محفوظ ہوجاؤ۔

ماعز رضؓ آپؐ کی خدمت میں آئے اور اس طرح عرض کیا۔

یارسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے اللہ کا جو بھی حکم ہو مجھ پر جاری فرمادیں؟

آپؐ نے اِس پر کوئی توجہ نہ دی دوبارہ عرض کیا، یارسول اللہ! میں نے زنا کیا ہے اللہ کا قانون جاری فرمادیں؟

آپؐ نے پھر بھی توجہ نہ فرمائی، تیسری مرتبہ پھر وہی کلمات کہے، آپؐ نے اس پر بھی توجہ نہ فرمائی، جب ماعز رضؓ نے چوتھی مرتبہ کہا میں نے زنا کیا ہے مجھکو پاک کردیں؟ اس وقت آپؐ نے ماعز رضؓ سے کہا یہ بدکاری تم نے کس سے کی؟

ماعز رضؓ نے کہا، فلاں قبیلے کی فلاں عورت سے۔

آپؐ نے تحقیق و تفتیش کے عنوان میں تین۳ سوالات کئے:

هَلْ ضَاجَعْتَهَا ، هَلْ بَاشَرْتَهَا ، هَلْ جَامَعْتَهَا۔

تینوں۳ سوالات کا ایک ہی مفہوم ہے، کیا تم نے حقیقی زنا کیا ہے؟ ماعز رضؓ نے ہر سوال کا جواب جی ہاں! جی ہاں! کہکر دیا۔

ایک اور روایت میں اس تحقیق و تفتیش کے دوسرے الفاظ بھی ملتے

ہیں۔ أَفَنِكْتَهَا ؟ قَالَ نَعَمْ۔ عربی زبان میں زِنا کاری کی کامل مکمّل شکل کو نِكْتَهَا کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ماعز رضؓ نے کہا، جی ہاں!

ایسے ہی آپؐ نے اِس پر بھی اکتفا نہ فرمایا، ارشاد فرمایا، تم زِنا کاری جانتے ہو؟

ماعز رضؓ نے کہا جی ہاں! یارسول اللہ! میں نے اجنبی عورت سے وہ حرام کام کیا جو شوہر اپنی بیوی سے حلال کام کرتا ہے۔

آپؐ نے پھر ارشاد فرمایا آخر اس کلام سے تمھارا کیا مقصد ہے؟

ماعز رضؓ نے کہا یارسول اللہ! اس گناہ سے مجھے پاک کردیجئے تاکہ آخرت کے عذاب سے محفوظ ہوجاؤں۔

اس مرحلے پر آپؐ نے قانونِ الٰہی نافذ کرنے والوں کو ہدایت فرمائی، ماعز رضؓ کو رَجم کردیا جائے (پتھر مار مار کر ہلاک کردیا جائے)۔

ماعز رضؓ کو مقام حَرّہ (حدودِ الٰہی جاری کرنے کا مقام) لے گئے، پتھر مارنیوالوں کے حلقے میں ماعز رضؓ کو کھڑا کردیا گیا۔ حضرت عبدُاللہ بن اُنیس رضؓ نے پہلا پتھر مارا پھر عام لوگوں نے پتھروں کی بارش کردی۔

ماعز رضؓ پر چاروں جانب سے پتھر آرہے تھے دوڑنے پلٹنے میں حفاظت کی کوئی صورت نہ تھی، برداشت سے باہر ہوگئے، چیخنے چلّانے لگے، پتھّر انھیں ہلاک نہ کرسکے، لوگ بھی تھک گئے۔

حضرت عبدُاللہ بن اُنیس رضؓ نے اُونٹ کے پیر کی ایک سوکھی ہڈّی جو کچرے کے ڈھیر پر پڑی تھی اُٹھائی اور ماعز رضؓ کے سر پر دے ماری ماعز رضؓ گر پڑے

اور فوت ہو گئے۔

پھر عبداللہ بن اُنیسؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں آئے اور ماعزؓ کی تفصیل بیان کی آپؐ نے ارشاد فرمایا، جب ماعزؓ نے جزع فزع اور پناہ لینے کی کوشش کی تو تم نے اُنھیں موقعہ کیوں نہ دیا؟ چھوڑ دیا ہوتا شاید وہ اپنے اعترافِ جُرم کو واپس لے لیتا۔

(اقراری مجرم اپنے اقرار کے بعد اقرار واپس لے لے تو اس کو چھوڑ دیا جاتا ہے فیصلہ یومِ آخرت میں ہوگا، کیونکہ یہاں صرف مجُرم کے اعترافِ جُرم پر قانون جاری کیا گیا تھا مجُرم نے اپنا اعتراف واپس لے لیا تو قانون بھی واپس لے لیا جائے گا)۔

بہرحال ماعزؓ پر قانون الٰہی جاری کرنے کے بعد صحابہ واپس ہو رہے تھے درمیان راہ ایک دو صاحب اس حادثہ پر تبصرہ کرنے لگے، ایک نے کہا دیکھو تو یہی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تو ماعزؓ کے اعترافِ جُرم سے چشم پوشی کرنی چاہی اور بار بار اپنا چہرہ پھیرتے رہے تاکہ وہ چُپ چاپ اپنے آپ توبہ کر لے اور قانونِ الٰہی کو چیلنج نہ کرے توبہ کرنے والوں کے لئے اللہ غفور الرحیم ہے لیکن ماعزؓ نے اللہ کے اس نرم قانون سے فائدہ نہ اُٹھایا اور بار بار اعترافِ جُرم کرتا رہا، آخر انجام کیا ہوا؟ کتّے کی طرح مارا گیا۔ (العیاذ باللہ)

غالبًا اس ہجوم میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی تھے یا پھر کسی نے آپؐ کو اس تبصرہ کی اطلاع دی۔

آپؐ نے ان دو تبصرہ نگاروں کو طلب فرمایا، شہر کی چراگاہ پر جہاں ایک سڑا گلا گدھا پڑا تھا آپؐ نے اُن دونوں تبصرہ نگاروں سے فرمایا، اس

مُردار کا کچھ حصّہ کھا لو؟

دونوں نے کہا، یا رسول اللہ! اِس کو کسی نے کھایا بھی ہے؟

فرمایا، ابھی تو تم نے اپنے بھائی (ماعزؓ) کی جو بُرائی کی ہے وہ اس سڑے گلے مُردار کے کھانے سے زیادہ ناپاک و خطرناک تھی، اب تمکو اس ہلکی و معمولی چیز کے کھانے میں کیوں تردد ہے؟ (دونوں تبصرہ نگار لرز گئے)

پھر ارشاد فرمایا، اس ذاتِ پاک کی قسم جس کے دستِ اقتدار میں میری حیات ہے میں اس وقت ماعزؓ کو جنت کے باغ و بہار اور اسکی صاف و شفاف نہروں میں غوطہ خوری کرتا دیکھ رہا ہوں۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

(ابُوداوٗد شریف، کتابُ الحدود)

ملحوظہ:۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعزؓ کے اعترافِ گناہ پر ہر بار توجہ نہ دی اور چشم پوشی اختیار فرماتے رہے آپؐ کا یہ عمل دانستہ و ارادی طور پر تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ زناکاری کا ثبوت دو طریقوں سے ثابت ہوا کرتا ہے۔

پہلا تو یہی کہ گناہ گار خود اپنے گناہ کا اقرار کرے جیسا کہ حضرت ماعزؓ نے کیا، ایسی صورت میں کسی شہادت، گواہی وغیرہ کی ضرورت نہیں پڑتی سزا جاری کر دی جاتی ہے۔

دوسری صورت یہ کہ شوہر کا اپنی بیوی پر الزام لگانا یا گواہوں کی گواہی سے زناکاری کا ثبوت فراہم کرنا، اس کی بحث طویل ہے، کتبِ فقہ میں اس کی تفصیل دیکھی جا سکتی ہے۔

پہلی صورت میں چونکہ مجرم نے بلا کسی جبر و اکراہ اپنے جُرم کا اقرار کیا

ہے ایسی صورت میں قاضی اِس کو ڈھیل یا مُہلت (شُبہ کا فائدہ) دیتا ہے تاکہ وہ اپنے اقرارِ گناہ پر غور کر کے اپنا اقرار واپس لے لے یا پھر بغیر اقرار و اعتراف تنہائی میں توبہ و استغفار کر کے اللہ کے حوالہ ہو جائے اور معافی کی اُمّید رکھے۔

اگر مُجرم نے ایسا نہ کیا بلکہ وہ دُنیا ہی میں اللہ کا قانون خود پر جاری کرنے کا اصرار کرے تو اس پر قانون جاری کر دیا جاتا ہے (ایسی صورت میں انشاء اللہ وہ آخرت کے مواخذہ سے محفوظ ہو جاتا ہے)۔

لیکن اس صورت میں اُس مُجرم کو مزید یہ بھی گنجائش حاصل ہے کہ قانون جاری ہو جانے کے بعد بھی وہ اپنا اقرار واپس لے سکتا ہے ایسی صورت میں اُس کی سزا موقوف کر دی جاتی ہے اور اُس کو چھوڑ دیا جاتا ہے، چونکہ خود اُس کے اپنے اقرار سے سزا جاری کی گئی تھی، اقرار واپس لے لینے سے سزا بھی واپس لے لی جائے گی۔

مذکورہ واقعہ میں حضرت ماعزؓ پر جب سزا جاری ہو گئی تو وہ برداشت نہ کر سکے بھاگنے اور چیخنے چلّانے لگے جس کا مطلب یہ تھا کہ وہ سزا کو قبول نہیں کر رہے ہیں لیکن قانون جاری کرنے والے چونکہ پورے قانون سے واقف نہ تھے انھیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔

اسی فروگزاشت پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے تنبیہ فرمائی کہ ماعزؓ کو موقعہ و مہلت کیوں نہ دی گئی؟

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ

غامدیہؓ کی توبہ:۔

عرب کے قبیلہ غامد کی ایک خاتون رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور اس طرح گویا ہوئی، یا رسول اللہ! میں نے بڑا گناہ کیا ہے (اِنِّیْ قَدْ فَجَرْتُ)، آپؐ نے کچھ زیادہ توجہ نہ دی، فرمایا اپنے گھر چلی جا۔ دوسرے دن پھر آئی، کہنے لگی شاید آپؐ ماعز بن مالکؓ کی طرح مجھکو بھی واپس کرنا چاہتے ہیں؟

اللہ کی قسم! زنا کا حمل قرار پا چکا ہے۔ آپؐ نے پھر یہی فرمایا، اپنے گھر چلی جا، واپس ہو گئی، تیسرے دن پھر آئی اور گناہ کا اعتراف کیا (مطلب یہ تھا کہ مجھکو گناہ سے پاک کر دیا جائے)۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا، جب ولادت ہو جائے آجانا۔

عورت چلی گئی کچھ دن بعد ولادت ہو گئی، نہلا دُھلا کر بچّے کو لے آئی اور عرض کیا، یا رسول اللہ! یہ وہی بچّہ ہے۔

آپؐ نے ہدایت فرمائی، اس بچّے کو دودھ پلا جب یہ کھانے پینے کے قابل ہو جائے پھر آنا۔

کچھ عرصہ بعد اس حال میں آئی کہ بچّے کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا جس کو وہ کھا رہا تھا، عرض کیا یا رسول اللہ! اب تو یہ کھانے پینے کے قابل ہو گیا ہے اب مجھکو میرے گناہ سے پاک کر دیجئے؟

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بچّے کو ایک صاحب کے حوالہ کیا اور فرمایا کہ اس کی پرورش تمھارے ذمّہ ہے، پھر حدُود جاری کرنے والوں کو

حکم دیا کہ قدآدم گڑھا تیار کیا جائے اور عورت کو اسمیں کھڑا کر کے چار جانب سے سنگباری کی جائے یہاں تک کہ عورت فوت ہوجائے۔

چنانچہ ایسے ہی کیا گیا چاروں جانب سے پتھروں کی بارش ہونے لگی عورت بڑی سخت جان تھی گر نہ سکی، پتھر مارنے والوں میں حضرت خالد بن ولیدؓ نے پوری قوّت سے ایک پتھر پھینکا، عورت کے سَر سے خون کا ایک فوّارہ نکلا اور خالدؓ کے چہرے پر اس کے چند قطرے بھی پڑے، حضرت خالدؓ نے جھنجھلا کر ایک سخت کلمہ کہدیا پھر کچھ دیر بعد عورت نے دَم توڑ دیا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو سنگساری کی جب تفصیل بیان کی گئی تو اسمیں حضرت خالد بن ولیدؓ کا کارنامہ بھی بیان کیا گیا، آپؐ نے خالدؓ کو طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا:

خالدؓ تم نے یہ کیا حرکت کی اور اس کو گالی دی، اس ذاتِ عالی کی قسم جسکے دستِ اقتدار میں محمدؐ کی حیات ہے اس عورت نے ایسی سچّی و پکّی توبہ کی ہے اگر اس توبہ کو ظالم پر بھی ڈالدی جائے اسکی مغفرت ہوجائے۔ (خالدؓ بہت شرمندہ ہوئے)

پھر آپؐ نے اُسکی صلوٰۃ جنازہ ادا کرنیکا حکم دیا، سیّدنا عمر الفاروقؓ نے عرض کیا، یارسول اللہ! ایسی عورت کی صلوٰۃ جنازہ ادا کیجائے جس نے زنا جیسا بدعمل کیا ہے؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا، اے عمرؓ! اُس عورت نے ایسی سچّی و پکّی توبہ کی ہے اگر اُس توبہ کو شہر مدینہ کے سَتّر گناہگاروں پر ڈالدیا جائے تو سبکی مغفرت ہوجائے، اس سے بہتر بھی کوئی کردار ہوگا جس نے حدُودِ الٰہی جاری کرنے کیلئے آپنے آپکو پیش کیا ہو؟ اللہ اکبر

ملحوظہ: سارے آسمانی مذاہب میں اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس کے ماننے والوں نے اسکے قوانین و احکام کو نہ صرف تسلیم کیا ہے بلکہ اس پر عمل آوری کا بھی

ثبوت دِیا ہے۔ حدودِ الٰہی کو اپنے آپ پر جاری و نافذ کروانا کوئی ایسا ویسا کام نہیں بڑے بڑے حوصلے و ارادے والوں کے پِتّے پانی پانی ہوجاتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانیوالوں پر یہ عمل کچھ بھاری نہ تھا بلکہ محبوب و پسندیدہ ہوا کرتا تھا۔

دنیا تو صرف آخرت کی صلاح و فلاح کیلئے بنائی گئی ہے "پاداشِ عمل" ایک حقیقت ہے اصحابِ رسولؐ پر یہ بات نہایت گراں تھی کہ اپنے گناہوں کا بوجھ آخرت میں دیکھیں وہ دُنیا کے دانستہ و نادانستہ گناہوں کا حساب کتاب اسی دنیا میں پاک صاف کرلینا چاہتے تھے تاکہ آخرت کی پاکیزہ و اعلیٰ حیات نصیب ہو۔

ماعز بن مالکؓ ہوں یا قبیلہ غامدیہ کی خاتون اسی پاکیزہ جذبہ کے تحت انھوں نے اپنا گناہ اسی دُنیا میں پاک و صاف کرلینا چاہا پھر انھوں نے اپنی مراد بھی پالی دُنیا سے پاک ہوکر آخرت کی رَاہ لی۔ رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ

زناکاری کی یہ سزا اسلامی قانون میں "رَجْم" کہلاتی ہے جسکے معنیٰ سنگسار کرنا، سنگساری کا یہ عمل زناکار کے شادی شدہ ہونے پر مختلف ہوجاتا ہے، اگر شادی شدہ ہو (خواہ مرد یا عورت) اسکو سنگسار کیا جاتا ہے اور اگر غیر شادی شدہ ہو اسکی پُشت پر سَو سَو کوڑے برسا دیئے جاتے ہیں اس عمل کو "جَلْد" کہا جاتا ہے۔

سنگساری کا یہ عمل زناکار مردوں پر تو کھُلے عام میدان میں کیا جاتا ہے (تاکہ زناکاروں، ظالموں کیلئے عبرت بنے)۔ البتّہ عورت پر کھلے عام میدان میں یہ سزا جاری نہیں کی جاتی بلکہ اس کیلئے قدآدم گڑھا تیار کر کے اسمیں عورت کو کھڑا کردیا جاتا ہے پھر اُسی محدود گڑھے میں اسکو سنگسار کردیا جاتا ہے، یہ اس لئے کہ کھُلے میدان میں عورت دوڑ دھوپ سے برہنہ نہ ہوجائے۔

(ابوداؤد شریف کتاب الحدود)

مسجد قُبا (مدینہ منوّرہ) کے امام:۔

مدینہ منوّرہ کی مسجد قُبا میں ایک صحابی مصلّیوں کی امامت کرتے تھے لیکن وہ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ قُل ھُوَاللہُ اَحَد ضرور پڑھتے پھر اسکے بعد کوئی ایک اور سورۃ پڑھکر رکوع کرتے، مُصلّیوں نے اُن سے دریافت کیا، آپ ایسا کیوں کرتے ہو جبکہ سورۃ فاتحہ کے بعد ایک سورۃ پڑھنا کافی ہے. کیا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہر رکعت میں سورۃ قل ھُوَاللہُ اَحد اور اس کے بعد کوئی ایک سورۃ پڑھنا ضروری ہے؟

امام صاحب نے کہا، میں سورۃ قُل ھُوَاللہُ اَحَد کو ترک نہیں کرسکتا اگر تمکو میری اس طرح امامت پسند نہ ہو تو مجھے اجازت دیدو میں چلا جاؤنگا کسی اور کو اپنا امام بنالو۔ چونکہ مسجد کے سارے مصلّی اِنکی امامت سے خوش تھے اسلئے کسی دوسرے کو پسند نہ کرسکے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں یہ صورتحال بیان کی گئی. آپؐ نے امام صاحب کو طلب فرمایا اور دریافت کیا آخر کیا بات ہے جو مصلّی حضرات تمکو پابند کرتے ہیں؟ اور تم ہر رکعت میں سورۃ قل ھُوَاللہُ اَحد کیوں پڑھتے ہو؟

امام صاحب نے کہا یا رسول اللہ! مجھکو سورۃ قُل ھُوَاللہُ اَحد سے بیحد محبّت ہے اس سورۃ میں اللہ نے اپنی صفات بیان کی ہیں مجھکو اپنے رب کی صفات پسند ہیں۔

یہ سُنکر آپؐ نے ارشاد فرمایا، پھر تو تمکو اسکی محبّت جنّت میں داخل کردیگی۔

(ترمذی ج ۲ ص ۱۱۹، بخاری و مسلم)

ملحوظہ:۔ "پھر تو تمکو اسکی محبّت جنّت میں داخل کردیگی۔" (الحدیث)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کا منشا سورۃ قُل ھُوَاللہُ اَحَد کی محبّت سے

متعلق ہے نماز کے طریقے سے اسکا تعلق نہیں نماز تو اسی طریقہ سے پڑھی جائے گی جسکا طریقہ احادیث و عملِ صحابہؓ میں موجود ہے۔

آپؐ کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ سورۃ قل ھُوَاللہُ اَحَد سے خصوصی محبّت رکھنا ایسا بڑا اجر و ثواب ہے کہ جسکی جزا سوائے جنّت کے اور کیا ہوسکتی ہے؟ گویا جس نے سورۃ قُل ھُوَاللہُ اَحَد سے محبت رکھی یہ محبّت اسکو جنّت میں داخل کردیگی۔ وَاللہُ اَعْلم

حضرت عُقبہ بن نافعؓ:۔

مؤرخ اسلام علّامہ واقدیؒ اور مؤرخِ اسلام عمرو بن یحییٰ نے بیان کیا، امیر المومنین سیّدنا عمر بن الخطابؓ نے حضرت عقبہ بن نافعؓ صحابی رسولؐ کو برّاعظم افریقہ کی ایک مہم پر روانہ کیا جہاں ایک فوجی چھاؤنی قائم کرنی تھی، حضرت عقبہؓ مسلمانوں کا ایک لشکر لیکر روانہ ہوئے، جب افریقہ کی سرحد پر پہنچے دیکھا کہ سارا خطّہ گھنے جنگلات اور ہر قسم کے حیوانات، درندے، چرندے، خونخوار جانوروں سے پٹا پڑا ہے، قیام تو کیا ہوگا داخلہ مشکل نظر آرہا تھا، اس کے علاوہ موسم نہایت خشک اور پانی کی اسقدر قلّت کہ باہمت فوج بھی بے دَم ہوگئی۔

حضرت عُقبہ نے اس دُھیری صورت حال پر فوج کو جمع کیا اور راہ خدا کی جہاد کا ایمان افروز درس دیا، آخر میں عملی درس یہ دیا فرمایا، آؤ پہلے اپنے رب سے مدد طلب کریں، دو رکعت نفل نماز پڑھائی پھر پانی کیلئے دُعا کی، دُعا ختم بھی ہونے نہ پائی تھی اچانک بادل چھا گئے اور ایسی بارش شروع ہوئی کہ جنگل جل تھل ہوگیا، ساری فوج نے نہایا دھویا جانوروں کو سیراب کیا اور پانی کا ذخیرہ کرلیا، تازہ دَم ہوگئے، اسکے بعد حضرت عُقبہؓ نے جنگل کے ایک ٹیلے پر کھڑے ہوکر یہ ندا لگائی:

يَا اَهْلَ الْوَادِیْ — اِنَّا جَاءُوْنَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ فَاظْعَنُوْا۔

اے وادی کے بسنے والو! ہم یہاں آباد ہو رہے ہیں تم سب وادی خالی کردو۔

حضرت عقبہؓ نے یہ ندا تین مرتبہ لگائی، کچھ دیر نہ لگی درختوں کے پرندے، زمین اور زیرِ زمین کے جانور اپنے اپنے کنبے کو لئے نکلنے لگے، ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ خونخوار وحشی جانوروں کا ایک منظم لشکر ہے جو وادی سے رواں دواں ہو رہا ہے حتّٰی کہ چھوٹے چھوٹے جانور اپنے بچوں کو اپنی پشتوں پر لئے نکل گئے، شام تک پورا علاقہ خالی ہوگیا۔

حضرت عقبہؓ نے اپنے لشکر سے فرمایا، بسم اللہ وادی میں اُتر پڑو اور اپنا ٹھکانہ بنالو۔

مؤرخین لکھتے ہیں، حضرت عقبہ بن نافعؓ مستجاب الدّعا صفت صحابی تھے، ۶۳ھ میں کسی حادثہ میں شہید ہوگئے۔ رضی اللہ عنہٗ (سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۳۲۹ و ۳۰۸)

حضرت حسّان بن ثابتؓ :۔ المتوفی ۵۴ھ

حضرت حسّان بن ثابتؓ صحابی رسول اچھے شعر کہا کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھار اپنی مجلس شریف میں حضرت حسانؓ کو طلب فرمایا کرتے اور اسلام و مسلمانوں کی تعریف و توصیف میں اشعار سماعت فرماتے اور دُعا بھی دیتے، اے اللہ! حسّان کی روح القدس سے تائید فرما۔

حضرت حسّانؓ مشرکوں کے گستاخانہ اشعار کا جواب اشعار ہی میں دیا کرتے تھے حضرت حسّانؓ کا یہ جواب کافروں پر تیر و تفنگ سے بھی زیادہ بھاری پڑتا تھا۔

حضرت حسّانؓ کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے غیر معمولی عقیدت و محبّت تھی اسکے باوجود واقعۂ اِفک میں (اسکی تفصیل ہماری کتاب "ہدایت کے چراغ" جلد ۲ ص ۶۸۹ پر مطالعہ کیجئے) حضرت حسّانؓ سے ایک بشری لغزش سرزد ہوگئی جسکے بارے میں

اُمّ المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہؓ فرمایا کرتی تھیں:

حسّانؓ کو بُرا نہ کہو اُن کی خطا کا صلہ اُنھیں ہاتھ در ہاتھ دنیا ہی میں مل گیا (یعنی وہ اپنی آخری عمر میں بینائی سے محروم ہوگئے تھے) لیکن میں اللہ سے اُمّید رکھتی ہوں کہ وہ جنّت نصیب ہونگے، کیونکہ انھوں نے اپنے دفاعی اشعار میں ابوسفیان بن الحارث (مشرک سردار کے اشعار) کا جواب دیا تھا جسمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی و توہین تھی جس کے دو شعر یہ ہیں:

هَجَوْتَ مُحَمَّدًا فَاَجَبْتُ عَنْهُ — فَعِنْدَ اللّٰهِ فِیْ ذَاكَ الْجَزَاءُ
فَاِنَّ اَبِیْ وَوَالِدَتِیْ وَعِرْضِیْ — لِعِرْضِ مُحَمَّدٍ مِّنْكُمْ وِقَاءُ

(سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۱۸۷، ذہبیؒ)

حضرت عرباض بن ساریہؓ :۔ المتوفی ۷۵ھ

حضرت عرباض بن ساریہؓ اصحاب الصُّفّہ میں ممتاز صحابی رسول ہیں، یہ اُن اصحابِ رسولؐ میں ہیں جنکے بارے میں قرآن حکیم کی یہ آیت نازل ہوئی ہے:

وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ وَتَوَلَّوْا۔ الآیۃ (سورۂ توبہ آیت ۹۲)

ترجمہ:۔ اور نہ ان لوگوں پر گناہ ہے کہ جسوقت وہ آپکے پاس اس واسطے آتے ہیں کہ آپ ان کو کوئی (جہاد کیلئے) سواری دیدیں آپ کہدیتے ہیں کہ میرے پاس تو کوئی چیز نہیں جسپر میں تمکو سوار کروں تو وہ اس حالت سے واپس چلے جاتے ہیں کہ اُن کی آنکھوں سے آنسو رواں ہوتے ہیں اس غم میں کہ انکو خرچ کیلئے کچھ بھی میسّر نہیں (تاکہ وہ جہاد میں شریک ہوسکیں)۔

(تفصیل کیلئے ہماری کتاب "ہدایت کے چراغ" جلد ۲ ص ۶۲۹ مطالعہ کیجئے)۔

حضرت عرباض بن ساریہؓ وفات نبویؐ کے بعد شہر حمص (ملک شام) میں مقیم ہوگئے وہاں احادیث نبوی بیان کرتے تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عمرو السلمی اور حضرت حجر بن حجرؒ بیان کرتے ہیں، ہم دونوں نے حضرت عرباض بن ساریہؓ کی زیارت کیلئے ملک شام کا سفر کیا آپکی خدمت میں حاضر ہوئے سلام کیا اور یہ عرض کیا کہ، ہم آپؐ سے استفادہ کرتے آئے ہیں براہِ کرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات سے مشرف فرمائیں۔

حضرت عرباض بن ساریہؓ نے فرمایا، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک دن بعد نماز فجر وعظ فرمایا، وعظ ایسا فصیح و بلیغ و پُر اثر تھا کہ سُننے والوں کے آنسو بہنے لگے اور قلوب خشیتِ الٰہی سے کانپنے لگے، فراغت کے بعد، ہم نے آپؐ سے عرض کیا، یارسول اللہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ آپکا آخری وعظ ہے، براہِ کرم اس کا خلاصہ ارشاد فرمادیجئے تاکہ ہم مضبوطی سے اسپر قائم رہیں۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا:

"سب سے پہلے تو میں تمکو تقویٰ اور اطاعت کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ تمھارا حاکم معمولی شخصیت والا حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ میری وفات کے بعد جو لوگ موجود رہیں گے وہ عنقریب اختلافات دیکھیں گے ایسے وقت تمکو میری سُنّت اور خلفاء راشدین کی سنّت کو مضبوطی سے تھام لینا چاہیئے ایسی مضبوطی جو مُنہ کے اگلے دانتوں کی گرفت سے پیدا ہوتی ہے، دین میں نئی نئی باتوں سے تمکو دُور رہنا چاہیئے کیونکہ دین میں نئی بات بدعت کہلاتی ہے اور ہر بدعت گمراہی و بے دینی ہے۔"

(سیر اعلام النبلاء ج ۱ ص ۲۹۲ الذہبیؒ)

حضرت ابُو الطُفیل عامر بن واثلہؓ:۔ المتوفی ۱۱۰ھ

رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو تاج نبوّت سے سرفراز ہونے کے بعد سب سے پہلے جس شخصیت نے آپؐ کو دیکھا وہ آپؐ کی زوجہ محترمہ اُمّ المومنین سیّدہ خدیجۃُ الکبریٰ ؓ ہیں۔

اس کے بعد خواتین میں دوسری شخصیت حضرت عبدُاللہ بن عبّاسؓ کی والدہ اُمُّ الفضل لُبابہ بنت الحارث الہلالیہؓ ہیں۔ (نیل الاوطار ج ۲ ص ۲۴۱)

اور خاندانِ بنو ہاشم میں سب سے آخر جن صاحب نے آپؐ کو دیکھا اور مُلاقات کی وہ حضرت عبدُاللہ بن جعفرؓ ہیں اور اس روئے زمین پر سب سے آخری صحابی حضرت ابُو الطفیل عامرؓ تھے۔

امام وہب بن جریرؒ کہتے ہیں میں نے اپنے والد بزرگوار کو یہ فرماتے سُنا ہے، میں ۱۱۰ھ مکۃُ المکرّمہ میں مقیم تھا، ایک جنازہ دیکھا جس میں کثیر افراد شریک تھے میں نے میّت کے بارے میں دریافت کیا تو کہا گیا کہ یہ حضرت ابو الطفیل عامرؓ ہیں۔

حضرت ابُو الطفیل عامرؓ کا پورا نام عامر بن واثلہ بن عبداللہ بن عمروؓ اللیثی الکہنانی تھا۔ رحمۃُ اللہ علیہ (سیر اعلام النبلاء ج ۱)

آپ کی وفات پر روئے زمین کا آخری صحابی رخصت ہوا۔

رِضْوَانُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْنَ۔

ربانی بک ڈپو دہلی سے چھپنے والی مؤلف کی دیگر تصنیفات

ناشر:-

ربانی بک ڈپو کٹرہ شیخ چاند لال کنواں دہلی ۶

Ph.: 23220118, 23217840, Fax : 23982786